جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام، مقام، کردار اور
کہانی سے تعلق رکھنے والے اداروں
کے نام فرضی ہیں

مکمل سیٹ :

۱۔ سہ رنگی موت
۲۔ متحرک دھاریاں
۳۔ جونک اور ناگن

پبلشر . . . سلطان محمد
پرنٹر . . . حمایت اسلام پریس

****

زیر اہتمام : کتابی دنیا میکلوڈ روڈ لاہور

پیش رس

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ "کالی کہکشاں" پسند تو ضرور کی گئی۔ لیکن بیشمار خطوط میں اس بات کا شکوہ کیا گیا ہے کہ کہانی کے ساتھ پورا پورا انصاف نہیں ہو سکا۔ میں نے خود ہی عرض کر دیا تھا کہ بعض حصوں کی تفصیل کہانی کا لطف دوبالا کر دیتی۔ خیر اب "سِہ رنگی موت" ملاحظہ فرمائیے۔ یہ کہانی عام شمارہ تو کیا صرف ایک عدد خاص نمبر کے بس کا بھی روگ نہیں۔ لہٰذا پھیلے گی اور آپ کی متعدد فرمائشات بھی پوری ہو جائیں گی۔۔ یہ کتاب تو محض پیش خیمہ ہے!

اور ہاں! شائد میں نے پچھلی کتاب کے پیش رس میں رحمان صاحب کا ننہالی نام "کرم رحمان" لکھ دیا تھا۔ اس پر میرے بہتیرے پڑھنے والوں نے یاد دلا دیا ہے کہ اُن کا نام فضل الرحمٰن (الیف رحمٰن) ہے چلئے یہی سہی، مجھے بھلا اُن کے ننہالی اور ددھیالی جھگڑوں سے کیا سروکار۔۔۔ یہ چکر تو اُن کے دادا اور نانا کے درمیان چلا تھا نانا "کرمو" کہہ کر پکارتے تھے اور دادا "فضلو" کہہ کر۔۔۔۔ مجھے پیش رس لکھتے وقت ننہالی ہی نام یاد آیا تھا۔۔۔ خیر۔ اگر آپ بھی

اُن کے دادا ہی کے طرفدار ہیں تو مجھے کیا — "الیف رحمان"، ہی ہی...

لیکن میں اُن صاحب کی فرمائش ہرگز نہیں پوری کر سکتا جنہوں نے کیپٹن فیاض کی بیوی کا نام پوچھا ہے — مجھے کیا پڑی ہے کہ پرائی بیویوں کے نام یاد رکھتا پھروں۔ ویسے اِس کہانی میں کیپٹن فیاض پر ایسی بپتا پڑی ہے کہ خود بھی بیوی کا نام بھول گئے ہیں مجھے کہاں سے یاد رہیگا...

بھائی امتحان نہ لیا کیجئے! کہاں تک یاد رکھوں... ویسے یاد پڑتا ہے کہ کسی کتاب میں فیاض کی بیوی کا بھی نام آیا تھا...!

سنگ ہی اور تھریسیا کی واپسی کے خواہشمندوں سے گذارش ہے کہ "آگے آگے دیکھیے..." فلمی گیت نہیں۔ بلکہ مشہور مصرعہ مراد ہے!

ایک صاحب نے عمران سیریز کے آئرن جوبلی نمبر کے بارے میں لکھا ہے کہ کہیں وہ "بیچارہ آئرن جوبلی" نمبر نہ ثابت ہو۔ مطمئن رہیں۔ ابھی بہت دن ہیں۔ انشاء اللہ اُسے ضخیم ناول کی شکل میں پیش کرونگا بشرطِ حیات وہ میری ناول نگاری کا سلور جوبلی نمبر بھی ہوگا۔!

ابن صفی
۲۱
۶
۷۶

کیپٹن فیاض نے ایک ماہ کی چھٹی لی تھی اور سارا وان کے جنگل میں منگل منا رہا تھا۔ یعنی وہ شکار کا سیزن تھا۔ اور شکار کا سیزن سارا وان کے جنگل کو دھماکوں کا شہر بنا دیتا تھا۔ بیشمار شکاری یہاں کیمپ کرتے تھے۔ ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آتے۔ لیکن شکار وہی لوگ کر پاتے تھے جنہیں مقامی شکار کھلانے والوں کا تعاون حاصل ہو جاتا تھا۔

سیزن کی ابتدا میں ان لوگوں کا باقاعدہ طور پر نیلام ہوتا تھا۔ بسا اوقات اتنی بڑی بڑی بولیاں لگتیں کہ شکاریوں کو پسینہ آجاتا۔ اور زیادہ تر شکاری ان کی خدمات سے محروم ہو جاتے تھے۔ لہٰذا اُنھیں صرف پکنک ہی پر اکتفا کرنا پڑتا۔ شکار خواب و خیال ہو کر رہ جاتا۔

پیشہ ور شکار کھلانے والے جانتے تھے کہ جنگل کے کن حصوں میں شکار ہو سکتا تھا۔ اور پھر اِن کی رہنمائی کے بغیر بھٹک جانے کا بھی اندیشہ رہتا تھا اور کیمپ تک واپسی ناممکن تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہو جاتی تھی۔

اِس بار کیپٹن فیاض اپنی پارٹی سمیت ذرا دیر سے پہونچا تھا اور سارے شکار کھلانے والے پہلے ہی کام سے لگ چکے تھے! کسی طرح بھی کوئی ایسا آدمی مِل سکا جو جنگل میں ان کی رہنمائی کر سکتا! لہٰذا اُس کی پارٹی صرف پکنک منا رہی تھی۔

کیپٹن فیاض یہاں پہلی بار نہیں آیا تھا لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ محض اپنی یادداشت کے سہارے اُن مقامات تک نہیں پہونچ سکتا جہاں پہلے بھی شکار کھیل چکا تھا۔ ساراوان کا جنگل کچھ ایسا ہی تھا۔

پارٹی میں ایک خان صاحب ایسے بھی تھے جنہیں ایک دن تاؤ آگیا، کہنے لگے „میاں جنگلوں کا کیڑا ہوں! یہ عزیزم ساراوان کس شمار و قطار میں ہیں۔ افریقہ کے جنگلوں میں شکار کھیل چکا ہوں... وہ شکاری ہی کیا جو روئیدگی کی زبان نہ سمجھ سکے...“!

„روئیدگی کی زبان“! کسی نے حیرت سے کہا „یہ کیا ہوتی ہے خان صاحب“!

„جنگل میں پائی جانے والی نباتات راستہ بتاتی ہے۔ درخت سرگوشیاں کرتے ہیں۔ پودے اشارہ کرتے ہیں۔ بس سمجھنے والا ہونا چاہیے۔“!

„مت بکواس کرو۔“! فیاض نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔!

„لو بھئی۔ ایسے ایسے تجربہ کار لوگ بھی اسے بکواس سمجھنے لگیں تو پھر بس اللہ ہی حافظ ہے۔“!

„بکواس نہیں تو اور کیا ہے۔“!

„کیپٹن فیاض صاحب! میں پیدائشی شکاری ہوں۔“!

„حکیم لقمان کے بارے میں سُنا تھا کہ جڑی بوٹیاں اُنھیں اپنے خواص بتا دیا کرتی تھیں۔ یا پھر یہ پیدا ہوتے ہیں نباتات کی زبان سمجھنے والے۔“!

„کپتان صاحب! استغفانہ باشد“! خان صاحب بھنّا کر بولے۔

„میں نے آپ کو روکا تو نہیں! بسم اللہ تشریف لے جائیے۔ جب نباتات پوری معلومات فراہم کر دیں تو واپس آ کر ہمیں بھی لے جائیے گا۔“!

„تو گویا میں واقعی بکواس کر رہا ہوں۔“! خان صاحب آنکھیں نکال کر بولے

„جی نہیں! مستند آپ کا ارشاد... لیکن پہلے آپ کچھ شکار کر لائیے اُس کے بعد ہم آپکی رہنمائی قبول کر لیں گے۔“!

„تاؤ دِلا رہے ہو پیارے... اچھا میں تنہا ہی جا رہا ہوں... کچھ نہ کچھ لیکر ہی واپس آؤں گا۔“!

„کیوں کیڑے کلبلائے ہیں دماغ میں۔ کیا پہلے بھی کبھی اِدھر آ چکے ہو۔“!

„اِس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تم دیکھ لینا“! خان صاحب کسی قدر نرم پڑتے ہوئے بولے۔

بہر حال اُنھوں نے شکار کا تھیلا اُٹھایا تھا۔ رائفل کاندھے سے لٹکائی تھی اور نِکل کھڑے ہوئے تھے۔ دُوسرے ساتھیوں نے بھی اُنھیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن کون سُنتا ہے! فیاض خاموش ہی رہا تھا! اچھی طرح جانتا تھا کہ بھٹکیں گے اور پھر دوسرے شکاریوں کے ساتھ کبھی نہ کبھی کسی طرح کیمپ میں واپس آ جائیں گے۔ ابھی تک ایسا ہوا نہیں تھا کہ کوئی اناڑی شکاری بھی بالکل ہی مفقود الخبر ہو گیا ہو۔ دو چار دِن بعد کیمپ تک پہونچ ہی جاتا تھا۔

رات تک خان صاحب کی واپسی نہ ہوئی تو خواہ مخواہ کی بدمزگی پیدا ہو گئی۔ وہ خان صاحب ہی کے بارے میں سوچے جا رہے تھے اور ساراوان کے جنگلوں کی پُرانی کہانیاں اُکھڑ رہی تھیں۔ حشرات الارض سے لیکر بھوت پریت تک کی کلاسیکی کہانیاں۔!

„چلو سو جاؤ۔“! کسی نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا „صبح آ کر وہ اطلاع دیں گے کہ اُنھیں نیلم پری اُٹھا کر لے گئی تھی۔“!

"تب پھر شاید ہی وہ اُسے چھوڑ کر واپس آئیں"! دُوسرا بولا۔

"یارو سنجیدگی سے غور کرو۔۔ پتا نہیں بیچارے پر کیا گذری ہو۔"! تیسری آواز آئی۔!

اُنہوں نے زمین پر بستر لگائے تھے! اور سرا پردہ گرا دینے کی وجہ سے خیمے میں تاریکی تھی۔

باہر کہیں الاؤ جل رہے تھے اور کہیں پٹرومیکس کی روشنی بے کراں تاریکی میں ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔

جنگل سائیں سائیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی جانوروں کی آوازیں دُور تک سناٹے میں لہراتی چلی جاتیں۔

کچھ دیر پہلے شکاریوں نے خاصی رنگ رلیاں منائی تھیں۔ کہیں موسیقی کی محفلیں جمی تھیں۔ اور کہیں نقلیں اتارنے کا اکھاڑا لگا تھا۔۔۔ لیکن اب صرف وہ روشنیاں باقی تھیں جنہیں رات بھر قائم رہ کر جنگلی جانوروں کو اس عارضی بستی سے دُور رکھنا تھا۔ فیاض کے خیمے میں بھی خراٹے گونجنے لگے۔

پھر اچانک وہ سب جاگ پڑے تھے۔۔۔ باہر شور ہو رہا تھا! بوکھلا کر خیمے سے باہر نکل آئے۔۔۔

بہت تیز ہوا چل رہی تھی۔۔۔ اور کئی خیمے دھڑا دھڑ جل رہے تھے!

"گرا دو۔ جلدی سے خیمہ گرا دو۔۔۔" فیاض حلق پھاڑ کر چیخا تھا۔ پھر جلدی جلدی خیمے کی طنابیں کاٹی جانے لگی تھیں۔!

تھوڑی دیر بعد آگ پر قابو پا لیا گیا تھا! اور آگ لگنے کی وجہ کے سلسلے میں چھان بین نہیں کی گئی تھی۔ کیونکہ وجہ تو صاف ظاہر تھی۔ باہر الاؤ جل رہے تھے۔ اچانک ہوا تیز ہو گئی اور چنگاریاں اُڑ کر خیموں پر گریں اور جو ہونا تھا، ہو گیا۔!

صرف مالی نقصان ہوا تھا! زندگیاں محفوظ تھیں۔ الاؤ ٹھنڈے کر دیئے گئے۔ اور پھر وہاں مکمل تاریکی ہو گئی تھی۔ لیکن اس حادثے کے بعد شاید ہی کسی کو نیند آسکی ہو۔!

دوسری صبح وہ خیمے دوبارہ نصب کر دیئے گئے تھے جنہیں پچھلی رات کو گرا دیا گیا تھا۔

ایک طرف یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور دوسری طرف کیپٹن فیاض خان صاحب کے بارے میں دوسری پارٹیوں کے افراد سے پوچھ گچھ کر رہا تھا!۔۔ کچھ شکاری رات گئے واپس بھی آئے تھے۔ لیکن کسی نے بھی فیاض کے بیان کردہ حلیے والے آدمی سے متعلق کچھ نہ بتایا۔!

پھر دوپہر تک فیاض نے ایک ایسے پیشہ ور شکاری کو تلاش کر لینے میں کامیابی حاصل کر لی تھی جس نے تین گنا معاوضے پر اُن کے ساتھ جانے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔!

فیاض نے اپنی پارٹی سے صرف ایک آدمی کو ساتھ لیا تھا۔ اور پیشہ ور شکاری سمیت خان صاحب کی تلاش میں روانہ ہو گیا تھا۔!

"خواہ مخواہ اس شخص نے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔"! فیاض کے ساتھی نے کہا تھا۔۔۔ یہ ایک جوان العمر انجنیئر تھا۔۔۔ ارشد نام تھا۔۔۔ اور شکار کے خبط میں بُری طرح مبتلا تھا۔۔۔

"غلطی ہوئی مجھ سے۔" فیاض بولا۔ "خان صاحب کے قول کی تردید نہیں کرنی چاہیئے تھی۔ بات وہیں ختم ہو جاتی۔"!

"ان کا ٹاپ میری سمجھ میں نہیں آیا۔"!

"شیخی خورے ہیں۔"! فیاض بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کیا واقعی افریقہ کے جنگلوں میں شکار کھیل چکے ہیں۔"؟

"خدا جانے۔۔! تین سال سے زیادہ کی واقفیت نہیں ہے۔"!

دفعتہً شکاری چلتے چلتے رک گیا۔!

„کیا بات ہے۔"؟ فیاض نے پوچھا۔

„ذرا سوچنے دیجیے کہ وہ کدھر گئے ہوں گے۔"! شکاری بولا۔ „کیا وہ پہلے بھی کبھی اِدھر آئے ہیں۔"!

„میں نہیں جانتا! میرے ساتھ پہلی بار آئے تھے۔"!

„ضرور آچکے ہوں گے۔" شکاری نے کہا „ورنہ اِس طرح تنہا نہ نکل کھڑے ہوتے۔"!

„بھائی تم یہی تصور کرو کہ وہ اِدھر کبھی نہیں آئے تھے۔"!

„اگر میں یہ تصور کر لوں جناب تو میرے فرشتے بھی اُن کا پتا نہ لگا سکیں گے اتنا بڑا جنگل ہے۔"!

„اچھا تو پھر جس طرح مناسب سمجھو۔"!

„یہی فرض کرنا پڑے گا کہ وہ پہلے بھی کبھی اِدھر آئے ہیں۔ اسی طرح سمت کا تعین کرنے میں مدد ملے گی۔"!

فیاض کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد شکاری ایک طرف چلنے لگا تھا!...

ارشد نے فیاض کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی تھی اور بولا تھا۔ „میں بھی پہلی ہی بار آیا ہوں۔"!

فیاض کچھ کہے بغیر شکاری کے پیچھے چلتا رہا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد شکاری نے پوچھا۔ „صاحب آپ کا خیمہ تو محفوظ رہا تھا۔"!

„بروقت آنکھ کھل گئی تھی! خیمہ گرا دیا۔ ورنہ شاید وہ بھی محفوظ نہ رہتا۔"!

„پتا نہیں کون کمبخت تھا۔"!

„اوہ۔ تو کیا آگ لگائی گئی تھی۔"!

„جی ہاں۔ حالانکہ ہوا تیز تھی۔ لیکن یقین جانیے کہ آگ کسی الاؤ کی چنگاری نے نہیں بھڑکائی تھی۔"!

„کوئی خاص دلیل رکھتے ہو اِس سلسلے میں۔"!

„ارے صاحب! تیل میں ڈوبے ہوئے کپڑے کے گولے ملے ہیں جنہیں استعمال نہیں کیا جا سکا تھا! اُتنے ہی گولوں سے کام چل گیا تھا جنہیں آگ لگا کر خیموں پر پھینکا گیا تھا۔"!

„بالکل نئی بات! پہلے تو کبھی سننے میں نہیں آیا کہ یہاں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہو۔"!

„اگر وہ گولے نہ ملتے تو یہ حادثہ اتفاقیہ ہی قرار پاتا۔"!

„تو پھر کہیں یہ روز کا کھیل نہ بن جائے۔"! فیاض بولا۔

„اب مشکل ہے! لوگ چوکس رہیں گے۔ کچھ جاگیں گے اور کچھ سوئیں گے"!

„آخر وہ کس قسم کا آدمی ہوگا جس سے یہ حرکت سرزد ہوئی"! ارشد بولا۔

„اچھے بھلے لوگ بھی بسا اوقات سنک جاتے ہیں۔" شکاری نے کہا۔ اور پھر رک گیا۔!

یہاں آس پاس چند اُونچے درخت تھے اور دُور تک قدِ آدم جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔!

„میرا خیال ہے کہ اب میں کسی درخت پر چڑھ کر دیکھوں۔"!

„ضرور۔ ضرور۔"! فیاض بیزاری سے بولا۔

شکاری درخت پر چڑھنے کی تیاری کرنے لگا تھا! فیاض نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا۔

„کپتان صاحب! کرکری ہو گئی ساری تفریح۔"! ارشد نے کہا۔

„میرا مقصد بھی صرف آؤٹنگ تھا۔ شکار ہوتا یا نہ ہوگا۔"! فیاض نے

کہا اور سگریٹ کا پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

پھر دونوں نے سگریٹ سلگائے تھے اور شکاری کو درخت پر چڑھتے دیکھتے رہے تھے۔!

„میرا خیال ہے کہ خان صاحب کہیں نباتات کی قوالی سننے بیٹھ گئے ہوں گے۔“! ارشد نے کہا۔

„بیشمار نامعقولوں سے سابقہ پڑ چکا ہے لیکن یہ خان صاحب اپنی نوعیت کے ایک ہی نکلے۔“!

„کرتے کیا ہیں۔“؟ ارشد نے پوچھا۔

„شہر میں کئی بڑی عمارتوں کے مالک ہیں۔ ہزاروں روپے ماہانہ کرایہ آتا ہے اس لئے باتوں کے علاوہ اور کچھ نہیں کرتے۔“!

„مجھے ہاتھی کے شکار کا قصہ سنا رہے تھے۔“! ارشد بولا۔ „ماننا پڑے گا کہ اچھے داستان گو ہیں۔ پورا نقشہ کھینچ دیتے ہیں۔“!

شکاری درخت کی انتہائی اونچائی پر پہنچ کر چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔

„ویسے بھی اس بار شروع ہی سے عجیب طرح کی خلش ذہن میں موجود رہی ہے۔“! فیاض بولا۔

„اس سے تو بہتر تھا کہ مسلسل سفر کرتے رہتے۔“!

„یوں بھی کیا برے تھے ... اگر یہ نالائق آدمی ...“!

„ارے وہ آگ والی بات تو رہ ہی گئی۔“! دفعتاً ارشد نے موضوع بدل دیا۔

„اگر شکاری کا بیان درست ہے تو یہ کسی شریر آدمی کی حرکت معلوم ہوتی ہے بعض لوگ دوسروں کی سراسیمگی سے لطف اندوز ہونے کیلئے ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔“!

اتنے میں شکاری درخت سے اتر آیا اور شمال مغرب کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا „ادھر چلنا چاہیئے۔ ممکن ہے آپ کا آدمی ادھر ہی نکل گیا ہو! اگر ایسا ہوا

ہے تو واپسی کی امید نہیں رکھنی چاہیئے۔“

„کیوں۔“؟ فیاض چونک پڑا۔

„ابھی حال ہی میں ادھر دلدل دریافت ہوئی ہے۔“

„دلدل دریافت ہوئی ہے۔“؟ فیاض کے لہجے میں حیرت تھی!

„جی ہاں! تقریباً ایک مربع فرلانگ کا ٹکڑا ہے۔“!

„کیا پہلے اس کا علم نہیں تھا کسی کو۔“؟

„جی نہیں۔۔“!

„بڑی عجیب بات ہے۔“!

„تمہیں معلوم ہے کہ دلدل کہاں سے شروع ہوتی ہے۔“ ارشد نے پوچھا۔

„جی ہاں۔۔ اب ہم لوگوں نے وہاں نشانیاں قائم کردی ہیں۔“!

„سوال یہ ہے کہ اچانک کیسے دریافت ہوئی۔“!

„یہ تو میں نہیں جانتا۔“!

„چلو... تو پھر چلتے ہیں۔“! فیاض بولا۔

„میں اس قسم کا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔“! ارشد نے طویل سانس لیکر کہا۔

„ان لوگوں نے نشانیاں قائم کردی ہیں۔“! فیاض بولا۔

„اگر خان صاحب دلدل ہی کی نذر ہوئے ہیں تو اب ان کا سراغ نہیں ملے گا۔ لہٰذا محض دلدل کی زیارت کرلینے سے کیا فائدہ۔“!

„آپ کی یہ بات بھی ٹھیک ہی ہے۔“! شکاری بولا۔

„اگر ٹھیک ہے تو پھر تمہیں دلدل کا ذکر ہی نہ کرنا چاہیئے تھا۔“!

„یہ بات تو ابھی ابھی ان صاحب نے سمجھائی ہے... واقعی اگر آپ کے ساتھی کو دلدل ہی نگل چکی ہے تو اب سراغ نہیں ملے گا۔“!

„اچھی بات ہے۔ تو اب ادھر لے چلو... جدھر شکار ہوتا ہے۔“!

فیاض نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "آئیے میں تو یہ وقت یونہی کیوں ضائع ہو"!

"یہ بات تو میں نے پہلے بھی آپ سے کہی تھی کہ اگر راستہ بھولے ہیں تو کسی نہ کسی پارٹی کے ساتھ واپس آجائیں گے۔"!

"چلو بس ختم کرو اس قصے کو۔ شکار ہوگا۔"!

اُنھوں نے شمال مشرق کا رُخ کیا تھا۔!

"اِدھر پرندے رہیں گے۔ ایک جھیل ہے۔"! شکاری بولا۔

"ایسا ہی شکاری ہونا چاہیے کہ آج ہی واپسی بھی ہو جائے۔"! ارشد نے کہا۔

"جھیل زیادہ دُور نہیں ہے۔"!

تھوڑی دیر بعد اُنھوں نے فائروں کی آوازیں سُنی تھیں۔ شائد جھیل میں شکار ہو رہا تھا۔!

"کشتیاں مِل جاتی ہیں؟" فیاض نے پوچھا۔!

"جی ہاں۔۔۔ جھیل کے آس پاس ماہی گیر آباد ہیں۔"!

"ارے۔"! ارشد چلتے چلتے رُک گیا۔

"کیوں۔۔۔ کیا ہوا۔۔۔"؟ فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ دیکھیے۔۔۔ اُدھر۔۔۔"؟

فیاض نے اُٹھے ہوئے ہاتھ کی سمت دیکھا تھا۔ اور ٹھٹھک گیا تھا! شکاری بھی رُک کر اُدھر ہی دیکھنے لگا۔۔۔!

جھاڑیوں سے کوئی رنگین شے جھانک رہی تھی! شکاری آہستہ آہستہ اُن کے قریب پہونچ گیا اور آہستہ سے بولا۔

"پہلے پتھر پھینکئے۔۔۔ پتا نہیں کیا چیز ہے۔۔"؟

ارشد نے پتھر اُٹھا کر جھاڑیوں میں پھینکا تھا! لیکن اُس شے نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔!

اب وہ آہستہ آہستہ جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ فیاض نے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا تھا۔!

قریب پہونچکر شکاری نے رائفل کے کندے سے جھاڑیاں ہٹائی تھیں!

"خدا کی پناہ۔"! وہ اچھل کر پیچھے ہٹ آیا۔

کیپٹن فیاض اُسے سامنے سے ہٹاتا ہوا آگے بڑھا! اور پھر اُس کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئی تھیں۔ جھاڑیوں میں ایک برہنہ آدمی اوندھا پڑا ہوا نظر آیا۔ جس کے پورے جسم پر نیلی، پیلی اور سُرخ دھاریاں تھیں۔ ایسی دھاریاں جن میں کشید کی بے قاعدگی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آرٹسٹ نے فاصلوں کی پیمائش پر خصوصی توجہ دیکر اپنی چابکدستی کا مظاہرہ کیا ہو۔!

گوشت پوست کا آدمی تھا۔ لیکن مُردہ۔!

"یہ۔۔۔ یہ۔۔۔ کیا بلا ہے۔"! شکاری ہکلایا۔ اُس کی تو گھگھی بندھ گئی تھی۔

"کسی غیر معمولی آدمی کی لاش۔"! فیاض جھک کر لاش کا جسم ٹٹولتا ہوا بولا۔ پھر اُس نے اُسے سیدھا کیا تھا۔

"ڈرو نہیں! تم دونوں قریب آجاؤ، یہ مر چکا ہے۔ بھوت نہیں ہے۔"! فیاض نے کہا۔

"لل۔ لیکن۔ اس کی رنگت۔"! ارشد نے کہا جو بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"غیر معمولی۔"! فیاض رنگین دھاریوں کو اُنگلی سے گھستا ہوا بولا تھا! پھر وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا اور جھک کر اُن دھاریوں کو بغور دیکھنے لگا تھا۔

"حیرت انگیز۔"! اُس نے سراسیمگی کے سے عالم میں کہا۔ "یہ دھاریاں بنائی ہوئی نہیں معلوم ہوتیں۔۔۔ بلکہ قدرتی ہیں۔"!

لاش کی مٹھیاں بند تھیں اور ایسا لگتا تھا جیسے اُن کے اندر کچھ موجود ہو۔!

فیاض نے بدقت مٹھیاں کھولی تھیں اور اُن میں سے ایک سے تیل میں بھیگی ہوئی کپڑے کی گیند برآمد ہوئی تھی اور دوسری سے ماچس کی ڈبیا۔

فیاض نے شکاری کی طرف دیکھا! اور وہ سر ہلا کر بولا۔

"بالکل اسی قسم کے گولے خیمے کے پاس ملے تھے۔۔ ایک تھیلے میں رکھے ہوئے"!

"تو پچھلی رات وہ آگ اسی نے لگائی تھی۔"! فیاض طویل سانس لے کر بولا۔ اور ایک بار پھر اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔!

"لل۔ لیکن۔ یہ مرا کیسے۔۔"؟ شکاری کی آواز کانپ رہی تھی۔

"بظاہر کوئی وجہ نظر نہیں آ رہی۔ نہ گولی کا زخم ہے اور نہ کہیں کسی چوٹ کا نشان۔"!

"اور یہ دھاریاں قدرتی ہیں۔"! ارشد نے ایک بار پھر تصدیق چاہی۔

"ایسا ہی لگتا ہے۔"!

"مگر یہ ہے کون۔"؟

فیاض نے شکاری کی طرف دیکھا! لیکن شائد اُس دھاری دار چہرے کے خدوخال اُس کے لئے بھی غیر مانوس تھے۔ اُس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی۔!

وہ ایک معمر آدمی تھا۔ لیکن اُس کی ساتھی نہ صرف جوان بلکہ بےحد خوبصورت بھی تھی۔ آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی نظریں بار بار اُس کی طرف اُٹھتی تھیں۔ کیفے گرینی کے چھوٹے سے ہال میں غالباً گنجائش سے زیادہ لوگ موجود تھے۔ ایک

ایک میز پر آٹھ اور چھ افراد نظر آ رہے تھے۔

"سب متوجہ ہیں تمہاری طرف۔"! بوڑھے نے عورت سے کہا۔ "بس ایک وہی نہیں ہے! اِس طرح سر جھکائے بیٹھا ہے جیسے صرف کھانے پینے ہی کیلئے پیدا ہوا ہو۔"!

"کس کی بات کر رہے ہو۔"! عورت چونک کر بولی تھی۔

"اُدھر بائیں جانب دیکھو۔! اپنی میز پہ تنہا ہے۔"!

"اُوہ۔ ہاں، ہے تو۔"!

"صورت سے بھی احمق اور سیدھا سادھا لگتا ہے۔"!

"لیکن خوبصورت بھی ہے۔"! عورت مسکرائی۔

"ہاں۔ ایسا ہی کچھ ہے۔"! بوڑھے نے بے دلی سے کہا۔

"تو پھر کیا خیال ہے۔"؟ عورت اُس تنہا آدمی کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔ جو دوسروں کی طرح اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

"اسے تمہاری طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ میری کلاکاری پر حرف آئے گا۔"! بوڑھے نے کسی قدر جھنجلاہٹ کے ساتھ کہا۔

"ہمیں کام کے آدمی کی تلاش ہے۔"! عورت آہستہ سے بولی۔

"اگر وہ خود کام کا نہ ہوا تو اُس کے توسط سے دوسرے مل جائیں گے۔"!

"تم جانو۔"!

"اُوہ تو کیا ہم کسی بندھے ٹکے اصول کے تحت کام کرتے رہے ہیں۔"!

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"!

"پھر کیا مطلب تھا۔"

"کچھ بھی نہیں۔"!

"سنو۔ وہ صورت سے ہی احمق لگ رہا ہے اور میں فی الحال کسی سمجھدار

آدمی سے اپنے تجربے کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔ ذہین آدمیوں کو ڈھب پر لانے میں دُشواری پیش آتی ہے۔"!

"ٹھیک ہے۔ لیکن وہ تو اِدھر دیکھ ہی نہیں رہا۔"!

"زبردستی متوجہ کروں گا۔"!

"وہ کِس طرح...؟"

"ابھی بتاتا ہوں ذرا اُسے کافی کا کپ خالی کر لینے دو۔"!

"کہیں بات کچھ کی کچھ نہ ہو جائے۔"!

"بس اب اس سلسلے میں کچھ نہ کہنا۔" بوڑھا پھر جھنجلا گیا۔

"تو اِس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔"!

"بحث نہیں۔۔ تمہیں صرف میرے احکامات کی تعمیل کرنی ہے۔"!

"جو اندیشے پیدا ہوں اُن کا اظہار کر دینا نافرمانی تو نہیں ہو سکتی۔"!

"دُشواری یہ ہے کہ تم بہت بولتی ہو۔"!

"بولنے میں کیا دُشواری ہو سکتی ہے۔"!

"بس۔ اب خاموش رہو۔"!

"اچھی بات ہے۔"!

بوڑھا اُٹھا تھا اور سیدھا اُس تنہا آدمی کی میز کی طرف چلا گیا تھا۔

"معاف کیجیے گا۔" وہ اُس کی طرف جھک کر بولا۔

"کک۔۔ کیوں۔۔" وہ اُچھل پڑا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے ڈر گیا ہو۔

"کیا آپ تنہا ہیں..."!

"جج۔۔ جی ہاں... بالکل۔"!

"تو ہماری میز پر چلیے..."!

"کک۔ کیوں۔"؟

"وہ ہے میری میز۔"!

اب وہ اُس طرف متوجہ ہوا تھا۔ اور اُس عورت پر بھی نظر پڑی تھی جسے ہال کے سارے افراد گھورے جا رہے تھے۔!

"تت... تو... پھر..."!

"مطلب یہ کہ ہم بھی تنہا ہی ہیں! اور اس شہر میں اجنبی... وہ میری بیوی ہے..."!

"بیوی!" اُس نے ایسے انداز میں دُہرایا جیسے بیوی نہیں ملک الموت ہو!

"جی ہاں..! ہم بڑی تنہائی محسوس کر رہے ہیں..."!

"تت.. تو.. پھر۔"!

"کہا۔ نا کہ میری میز پر چلیے... دونوں کی تنہائی رفع ہو جائے گی۔"!

"اچھا.. اچھا..." وہ کچھ اور زیادہ احمق نظر آنے لگا تھا... ویٹر کو اشارہ کر کے وہ اُٹھا تھا اور بوڑھے کے ساتھ اُس کی میز پر چلا آیا تھا۔ لیکن اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے کوئی جُرم کر بیٹھا ہو۔

"آپ تو کچھ بولتے ہی نہیں۔" بوڑھے نے کہا۔

"جی کیا بولوں..."!

"اپنا تعارف ہی کرا دیجیے۔"!

"اُوہ.. اچھا.. میرا نام علی عمران ہے..."!

"اور میں ضیغم اشرف ہوں... یہ مسز اشرف..."!

"جی بہت خوشی ہوئی۔"!

"ان کی طرف دیکھیے بھی تو۔"!

"کن کی طرف۔"!

"میری بیوی کی طرف۔"!

„جی بہت اچھا۔۔۔” عمران نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔۔ اُس کی بیوی کی طرف دیکھا اور شرما کر سر جھکا لیا۔

عورت بوڑھے کو آنکھ مار کر مسکرائی تھی۔!

„آپ عجیب آدمی ہیں۔” بوڑھے نے کہا۔

„جی میں نہیں سمجھا۔”!

„اِس قدر شرمیلے کیوں ہیں۔”!

„والد صاحب کہتے ہیں کہ حیا نصف ایمان ہے۔”!

„وہ دوسرے معنوں میں کہا جاتا ہے۔ بات کرتے ہوئے شرمانا اور بات ہے۔ آپ بچے تو نہیں۔”!

„آپ کیوں انھیں خواہ مخواہ پریشان کر رہے ہیں۔”! عورت بولی۔

„ارے واہ یہ بھی کوئی بات ہے۔ اتنے بڑے ہو گئے ہیں اور اِس طرح شرماتے ہیں۔”!

عمران ہونقوں کی طرح مُنہ اُٹھائے بوڑھے کی شکل دیکھتا رہا۔

„اب کافی کا ایک دَور ہمارے ساتھ بھی ہو جائے۔” بوڑھے نے کہا۔

„پیٹ پھٹ جائے گا میرا... وہ میری اٹھارویں پیالی تھی۔” عمران مسمسی صُورت بنا کر بولا۔

„اتنی زیادہ پیتے ہیں۔”!

„ہفتے کو اتنی ہی پینی پڑتی ہے۔”!

„کوئی خاص وجہ۔”!

„جی... اب وجہ کیا بتاؤں۔۔۔” عمران نے پھر شرما کر سر جھکا لیا۔

„نہ بتانے کی کوئی وجہ۔۔۔”؟

„جی ہاں۔۔۔”!

„کیا وجہ ہے۔”؟

„وجہ میں ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔”!

„تب تو واقعی کوئی شرم ہی کی بات ہوگی۔” بوڑھے نے کہا۔ اور عمران حیرت سے مُنہ کھول کر اُس کی شکل دیکھنے لگا۔

„ابھی پورا تعارف تو ہوا ہی نہیں۔” عورت بولی۔

عمران بوڑھے کی شکل دیکھتا رہا۔ عورت سے مخاطب نہیں ہوا تھا۔

„اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو صاحبزادے۔” دفعتہً بوڑھا گڑبڑا کر بولا

„آپ روشن ضمیر معلوم ہوتے ہیں۔” عمران کپکپاتی ہوئی میں بولا۔ آپ کو علم ہے کہ وجہ شرمناک ہے۔”!

„ہو سکتا ہے لیکن میں آپکی زبان سے سُننا چاہتا ہوں۔”!

„بس سمجھ جائیے! میری زبان سے تو نہیں نِکلے گا۔”!

„رہنے بھی دیجئے! اگر نہیں بتانا چاہتے۔” عورت بولی۔

„بیگم آپ دخل نہ دیجئے! یہ ایک کیس ہے۔”!

„کیس۔۔۔” عمران اُچھل پڑا۔

„جی ہاں۔۔”!

„ہڈ والکف والا یا پولیس والا۔۔” عمران نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

بوڑھے کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آئے۔ اُس نے بہت غور سے عمران کو دیکھا تھا۔ پھر آہستہ سے بڑبڑایا! „یہ تو ذہانت کی لہر تھی”

„جی۔۔” عمران اس طرح بولا جیسے کسی بہرے آدمی سے مخاطب ہو۔!

„کچھ نہیں۔۔ تم ایک لاجواب کیس ہو۔ میری معلومات میں اضافے کا سبب بن سکو گے۔”!

„جی میں نہیں سمجھا۔”!

"تمہارے سمجھنے کی بات بھی نہیں ہے! مشغلہ کیا ہے تمہارا۔۔۔"

"جی بس یونہی۔۔ کوئی خاص نہیں۔" !

"مطلب یہ ہے کہ کیا کام کرتے ہو۔" !

"ایکسپورٹ۔" !

"کیا بھیجتے ہو۔" !

"آلو۔ پیاز۔۔ اور بینگن وغیرہ۔! بڑی مصیبت ہے جناب پچھلے سال گھیاں بھی ایکسپورٹ کی تھی۔ لیکن ساری کی ساری خراب ہو گئیں۔۔۔۔ بڑا نقصان ہوا تھا۔۔ ویسے ہمارے یہاں سے جو چیز بھی مڈل ایسٹ بھیجی جاتی ہے۔ خراب نکل جاتی ہے۔۔ کہیں یہ صیہونی سازش کا نتیجہ تو نہیں۔"؟

"وہ کس طرح صاحبزادے۔" !

"ایسے اسرائیل کے جاسوس ہمارے مال میں جراثیم گھسیڑ دیتے ہوں۔" !

بوڑھا اس طرح ہنسا تھا جیسے کسی بچے نے سیاست پر گفتگو شروع کر دی ہو۔

"کیوں کیا میں غلط کہہ رہا تھا۔" !

"کیا تم صرف تجارت ہی کے موضوع پر گفتگو کر سکتے ہو۔" !

"نہیں فلموں کے موضوع پر بھی کر سکتا ہوں۔ کل ہی بچا پچا کٹی دیکھی ہے۔"

"اور کوئی موضوع۔" بوڑھے نے بُرا سا منہ بنا کر پوچھا۔ !

"اور تو بس یونہی ہے۔" ! عمران کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"اگر تم چاہو تو میں تمہیں ایک بے حد کارآمد آدمی بنا سکتا ہوں۔" !

"بنا دیجئے! لوگ پتا نہیں مجھے کیا سمجھتے ہیں۔" :

"اوہو! میں نہیں سمجھا۔" !

"کاروبار کی بات الگ ہے۔۔۔ اگر میں کسی سے دو سو ٹن پیاز خریدنا چاہوں تو وہ مجھے ہاتھوں ہاتھ لے گا۔ ویسے کوئی نہیں پوچھتا۔ ایسا لگتا ہے

جیسے لوگ مجھ سے ملنا پسند ہی نہ کرتے ہوں۔" !

"مجھے اس پر حیرت نہیں ہے۔" !

"تو پھر آپ کیوں خواہ مخواہ لِپ بیٹھے ہیں! مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی کسی نے مجھے اس طرح لفٹ دی ہو۔" !

"آف فوہ! مجھے تو دراصل ماحول سے تمہاری لاتعلقی پسند نہیں آئی تھی۔" !

"جی میں نہیں سمجھا۔" !

بوڑھا اُس کی طرف جھک کر آہستہ سے کان میں بولا۔ "یہاں سب میری بیوی کو گھور رہے تھے۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا تھا۔۔" !

عمران نے دزدیدہ نظروں سے عورت کی طرف دیکھا تھا اور پھر جھینپ کر سر جھکا لیا تھا۔

بوڑھے نے اُس کے شانے پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا۔

"تو کونسی فلم دیکھی تھی کل آپ نے۔" ! عورت نے عمران سے پوچھا۔

"جی۔ بچا پچا کٹی۔" !

"کو ٹچے ٹپی بھی ضرور دیکھیے گا۔" !

"جی بہت اچھا۔" ! عمران نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ہم لالہ زار میں ٹھہرے ہیں۔" ! بوڑھے نے کہا "کمرہ نمبر گیارہ ہے۔ کل کسی وقت آؤ۔ تمہیں صحیح کام کا آدمی بنا دوں گا۔ شخصیت میرا خاص موضوع ہے۔ ماہرِ نفسیات ہوں۔" !

"مم۔۔ ماہر نفسیات۔۔۔" !

"ہاں۔۔ سمجھتے ہو نا ماہر نفسیات۔" !

"وہ جو ہسٹیریا کے مریضوں کا علاج کرتا ہے۔۔۔" !

"میں تو صرف۔۔۔۔ لوگوں کی شخصیتیں بدل دیتا ہوں۔" ! تمہیں اتنا

اسمارٹ بنادوں گا کہ تم تصوّر بھی نہیں کر سکتے ۔۔ "!

" واقعی ۔۔ "! عمران کے لہجے میں چہکار تھی۔

" یقین کرو ۔۔ "!

عمران نے عورت کی طرف دیکھا اور وہ سر ہلا کر بولی! " میرے شوہر غلط نہیں کہہ رہے۔ ابھی حال ہی میں انھوں نے ایک شاعر کو گوشت کی دُوکان کرادی ہے۔ اب وہ اتنی چابکدستی سے بُغدہ چلاتا ہے کہ بس دیکھتے ہی رہ جائیے۔ حالانکہ اس سے پہلے گوشت کھاتا تک نہیں تھا۔ "!

" مجھے کیا بنائیے گا جناب ۔" عمران نے بوڑھے سے پُوچھا۔

" جو تم چاہو ۔۔ "!

" ہیرو بن سکتا ہوں!" عمران نے لہک کر پوچھا۔

" ۔۔ ایک ہفتے کے اندر اندر ۔۔ "!

" بس! ایک بار مِس نینٹم کے ساتھ چانس مِل جائے ۔۔ "!

" کیا مِس نینٹم آپ کو بہت پسند ہے ۔۔ "! عورت نے پوچھا۔

" جی بس اُس کے ڈانس بہت اچھے لگتے ہیں۔"

" وہ تو اعضار کی شاعری کی بجائے اعضار کی دھماچوکڑی ہوتے ہیں "! بوڑھا بُرا سا مُنہ بنا کر بولا۔

" جی میں نہیں سمجھا ۔ "!

" شخصیت کی تبدیلی کے ساتھ ہی سمجھداری بھی آجائے گی "!

" جی بہت اچھا ۔۔ "!

" تو پھر کل آرہے ہونا ۔۔ "!

" ضرور آؤں گا ۔۔ ضرور ۔۔ ضرور ۔۔ "!

اُس حیرت انگیز لاش کی دریافت نے پُورے ملک میں سنسنی پھیلادی تھی۔ چوٹی کے سائنسدان اُس کا جائزہ لے رہے تھے اور اخبارات میں اُس سے متعلق طرح طرح کے مضامین شائع ہونے لگے تھے ۔!

اور پھر سائنسدانوں کا متفقہ فیصلہ منظرِ عام پر آگیا تھا جس کے مطابق رنگین دھاریاں مصنوعی نہیں تھیں۔ اُنھیں اُس کی کھال سے الگ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

پھر وہ لاش ایک تجربے کی حیثیت سے محفوظ کرلی گئی۔ سارے ذہن لاش ہی میں اُلجھ کر رہ گئے تھے۔ شکاریوں کے کیمپ میں لگنے والی آگ سے کسی کو سروکار نہیں تھا۔ اور نہ یہ بات ہی کسی کو یاد رہی تھی کہ لاش کی مٹھیوں سے بھی کچھ چیزیں برآمد ہوئی تھی۔ لیکن کیپٹن فیاض اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ پھر ساراوان کے جنگلوں کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ کیونکہ چار دن گذر جانے کے بعد بھی خاں صاحب کا سُراغ نہیں مِل سکا تھا۔

لاش عمران نے بھی دیکھی تھی اور ٹھنڈی سانس لے کر بولا تھا " یہ انجام ہوتا ہے رنگین مزاجی کا ۔"!

اُسے حیرت تھی کہ فیاض نے اس معاملے میں اُس سے رجوع نہیں کیا تھا۔ اُس نے اُس کے کسی دوست کی گمشدگی کا واقعہ بھی سُنا تھا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ اپنے چند ماتحتوں کے ساتھ دوبارہ ساراوان کی طرف روانہ ہوگیا ہے!

لاش کی شناخت ابھی تک نہیں ہوسکی تھی۔ حالانکہ اخبارات میں اُس کی تصویر شائع ہوئی تھی۔

اُسی صبح کو جب عمران اپنے نئے ملاقاتیوں بیگم اور پروفیسر ضیغم اشرف سے ملنے جارہا تھا اُس نے سر سلطان کی کال ریسیو کی۔

"تم کیا کر رہے ہو —" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"کس سلسلے میں —"

"اسی لاش کے سلسلے میں —"

"میں کیا کر سکتا ہوں جبکہ شناخت بھی نہیں ہو سکی! کیپٹن فیاض دیکھ بھال کر رہا ہے اُسکی — لیکن ایک بات کہوں گا۔ لاش کی تشہیر سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس طرح شناخت نہیں ہو سکے گی —"

"کیوں —" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"دیکھنے والوں کے ذہن دھاریوں میں اُلجھ جاتے ہیں۔ چہرے کی بناوٹ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا —"

"اوہ۔ تمہارا خیال درست ہے" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "پھر کیا کیا جائے —"

"کسی بہت اچھے آرٹسٹ کی خدمات حاصل کر کے ایسا چہرہ بنوایا جائے جس پر دھاریاں نہ ہوں — اور پھر اُس کا فوٹوگراف چھاپا جائے اخبارات میں —"

"مجھے حیرت ہے کہ تشہیر کار کو پہلے ہی یہ بات کیوں نہیں سوجھی تھی —"

"اُسے اپنی محبوبہ کے ساتھ تھیٹر جانا رہا ہو گا —"

"کیا بکواس ہے —؟"

"ہر شعبے میں یہی کچھ ہو رہا ہے! میری بکواس سے کیا ہوتا ہے۔ یہ سب سمجھتے ہیں کہ پوری قوم انکی غلام ہے اور یہ خصوصیت سے خدا کی طرف سے اُتارے گئے ہیں نالائقوں پر —"

"تم ان سے الگ تو نہیں ہو —"

"یہی تو مصیبت ہے ہم سب ایک دوسرے کو بُرا کہہ رہے ہیں لیکن توفیق

نہیں ہوتی کہ اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی بھی کوشش کریں —"

"یہ آج تم بہکی بہکی باتیں کیوں کر رہے ہو —"

"پڑوسی نے پانی کا ٹیکس ادا نہیں کیا تھا۔ کمبخت میرا کنکشن کاٹ گئے ہیں میں نے اس غلطی کی طرف توجہ دلائی تو بولے، تم استحصالی ہو —"

"پتا نہیں کیا بکواس کر رہے ہو —"

"شائد استحصال ابھی آپ تک نہیں پہونچا —"

"بکواس بند کرو — اور دیکھو کہ تم لاش کے سلسلے میں کیا کر سکتے ہو —"

"جب تک لاش کی شناخت نہ ہو جائے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تفتیش کا نقطۂ آغاز لاش کی شناخت ہی ہو گی —"

"ٹھیک کہتے ہو — میں اس کی طرف توجہ دلاؤں گا! اچھی بات —"

"خدا حافظ" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا اور سلیمان کو آواز دی تھی —

"جی فرمائیے —" اُس نے کمرے میں داخل ہو کر جارحانہ انداز میں پوچھا۔

"پانی کا کیا ہوا —"

"ہوتا کیا — میں نے ٹیکس کی ادائیگی کی رسید دکھائی تھی بولے تین دن سے پہلے ممکن نہیں —"

"کیوں —" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

"حلقے کا انسپکٹر بیوی کے ساتھ زچگی میں جا پڑا ہے —"

"ہائیں —! زچگی ہو چکی یا نہیں —"

"خود پتا لگائیے جا کر — مجھے اپنی بچگی ہی سے فرصت نہیں —"

"ابے یہ بچگی کیا ہوتی ہے —"

"سُسری اس طرح بات بات پر ٹوکتی ہے جیسے میں کل ہی تو پیدا ہوا

ہوں۔۔ میٹرک کیا پاس کر لیا ہے کہ ہوش ہی ٹھکانے نہیں۔“!

”ابے تو پھر کیوں عشق کیا تھا جبکہ تو نان میٹرک بھی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔“

”پاگل کتے نے کاٹا تھا مجھے۔“!

”بس تو پھر بھگو نکتارہ۔“!

”نہیں صاحب! اب یہ گاڑی نہیں چلے گی۔“!

”کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہا ہے۔ گاڑی اسی طرح چلتی رہیگی۔“!

”آپ مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔“!

”مجھے کیا پڑی ہے کہ مجبور کروں گا۔ ساری گاڑیاں چلی جا رہی ہیں! کیا پیٹرول سے تو چلتی نہیں۔ دانا کھل سے چلتی ہیں۔“!

”میں کہیں بھاگ جاؤں گا۔۔۔“!

”کبھی کبھی خیریت کا خط بھی لکھتا رہیو۔۔۔! لیکن ٹھہر۔۔۔ تو کب تک ہو جائے گا میونسپل کارپوریشن کا انسپکٹر۔۔۔“!

”میں۔ کیا کہہ رہے ہیں۔“!

”ٹھیک کہہ رہا ہوں۔“!

”کیا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“!

”ڈیڑھ سال تو ہو گئے۔“!

”مت کیجئے بیشرمی کی باتیں۔“! سلیمان جھینپ کر بولا۔ پھر وہ وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔

عمران نے پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ہوٹل لالہ زار کے نمبر ڈائیل کئے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا ”روم نمبر گیارہ۔“

آپریٹر نے روم نمبر گیارہ سے ملایا تھا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہیلو۔“!

”پپ۔۔ پروفیسر صاحب۔۔“! عمران ہکلایا۔

”کون پروفیسر۔۔“؟

”پروفیسر ضخیم اشرف۔۔“!

”یہاں کوئی پروفیسر ضخیم اشرف نہیں ہے۔۔“!

”آپ کون ہیں۔“؟ عمران نے پوچھا۔

”سوڈا بائی کارب۔۔۔“!

”جی میں لیموں کا تیزاب بول رہا ہوں۔“!

”کیا بکواس ہے“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔ اور اس طرح منہ چلانے لگا تھا جیسے جگالی ترک کر کے فون کرنے کی زحمت گوارا کی تھی۔!

اچانک فون کی گھنٹی بجی تھی اور اس نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے بولنے والے نے اسکا نام لیا تھا۔

”یس عمران اسپیکنگ۔“!

”طویل فاصلے کی کال ہے جناب“! ایکسچینج کے آپریٹر کی آواز آئی ”ہولڈ آن کیجئے۔“!

”او کے۔“!

تھوڑی کی دیر بعد آواز آئی تھی ”ہیلو۔۔ ہیلو۔۔ علی عمران۔۔“!

”علی عمران اسپیکنگ۔۔۔“!

”ہلو مائی لیڈ۔ میں ضخیم اشرف بول رہا ہوں۔۔ سردار گڈھ سے۔۔ ہمیں اچانک ڈیڑھ بجے رات والی فلائٹ سے ہمیں سردار گڈھ آنا پڑا۔ مجھے امید تھی کہ تم ضرور آؤ گے۔ اسی لئے مطلع کر رہا ہوں کہ اب میں لالہ زار میں نہیں ہوں۔۔۔“!

"گگ... کیا بیگم صاحبہ بھی چلی گئیں۔"! عمران نے پوچھا۔

"ہاں بھئی..."!

"تب تو سردار گڈھ بہت دور ہے"! عمران نے مایوسی سے کہا۔

"اگر تم ایک کامیاب زندگی گذارنا چاہتے ہو تو یہ دوری کچھ بھی نہیں ہے۔"!

"جی میں نہیں سمجھا۔"!

"ارے بھئی... تم سردار گڈھ آسکتے ہو۔"!

"جی ہاں... آ تو سکتا ہوں... لیکن تین چار دن بعد... ڈھائی سو ٹن پیاز کا بیعانہ دے بیٹھا ہوں... ڈلیوری لئے بغیر ہل بھی نہیں سکتا یہاں سے۔"!

"کوئی بات نہیں، تین چار دن بعد ہی سہی... میرا پتا نوٹ کرو۔"!

"ایک منٹ۔"! عمران نے کہا اور کاغذ پنسل سنبھال کر بیٹھ گیا۔

"ہیلو... جی ہاں۔ پتا لکھوائیے۔"!

"عابد روڈ پر نالزس..."!

"ارے وہ گول عمارت۔"!

"وہی وہی... کیا تم ادھر آچکے ہو۔"!

"ایک آدھ بار... جی ہاں... کیا وہ آپکی ذاتی عمارت ہے..."!

"ہاں بھئی... میں نے اپنی نگرانی ہی میں تعمیر کرائی تھی۔ خود ہی نقشہ بھی بنایا تھا۔"!

"مم... میں ضرور آؤں گا۔ اس عمارت کو اندر سے دیکھنے کا بیحد شوق ہے۔"!

"آجاؤ۔ تمہاری یہ آرزو بھی پوری ہو جائے گی۔"!

"بس تین چار دن بعد۔"!

"اچھا۔ خدا حافظ۔"! دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔

ریسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے دیدے نچائے تھے اور جوزف کو آواز دی تھی... لیکن جوزف کی بجائے سلیمان کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"میں آخر کہاں سے لاؤں پانی۔"! اس نے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔

"اسی پڑوسی کے فلیٹ سے جس کے دھوکے میں ہمارا کنکشن کاٹا گیا ہے"!

"وہاں قفل پڑا ہوا ہے۔"!

"تو پھر بارش کے لئے دعا مانگ۔"!

"سنجیدگی سے سوچیئے۔"!

"ہر فلیٹ سے ایک ایک گلاس پانی مانگ لا تیری بالٹی بھر جائیگی"!

"میں کچھ نہیں جانتا۔" وہ پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔ جوزف ایک طرف خاموش کھڑا تھا اس کے جانے کے بعد بولا۔ "یس باس۔"!

"پانی کا کیا ہوگا۔"!

"کچھ بھی نہیں باس۔"!

"ارے تو کھانا ہی گیا۔ روٹیاں کیسے پکیں گی۔"!

"آج آٹا ہی سہی باس۔"!

"کیوں بکواس کر رہا ہے..."!

"بڑی عمدہ خشک ڈش تیار ہوتی ہے باس! خشک آٹے میں شکر اور مکھن ڈال کر بھون لیا جائے۔

"اور پینے کیلئے..."!

"دودھ دینے والی تین چار بکریاں منگوالو۔"!

"اور ان بکریوں کو اپنا خون پلاؤں گا"! عمران آنکھیں نکال کر دھاڑا۔

"ہاں... یہ پرابلم تو بدستور برقرار رہے گا"! جوزف سہم کر بولا۔

پھر عمران نے گلرخ کو آواز دی تھی... وہ آئی اور ایک طرف کھڑی ہو گئی۔"!

"پانی کا کیا ہوگا۔"؟

"سچ کہہ رہی ہوں کہ بالٹی اٹھا اور سڑک کے نلکے سے بھر لا لیکن سنتا ہی نہیں۔"!

"سڑک کا نلکا۔"! عمران اچھل پڑا۔ سامنے کی بات تھی۔ لیکن مجھے نہ سوجھی! بول کیا مانگتی ہے۔"!

"آپ میری خواہش پوری نہیں کر سکیں گے۔"!

"ہائیں۔ کیا بکواس کر رہی ہے۔"!

"سچ کہہ رہی ہوں۔"!

"لاکھ دو لاکھ کی بات ہے۔"! عمران نے سہم کر پوچھا۔

"نہیں صاحب۔ صرف لات دو لات کی بات ہے۔"!

"کیا مطلب۔"؟

"اتنا ماریئے.. اتنا ماریئے کہ کھال اتر جائے.. یہی ہے میری خواہش۔"!

"کس کو...."!

"اسی کو جو سڑک کے نلکے سے ایک بالٹی پانی نہیں لا سکتا! توہین ہو جائیگی اس ازلی باورچی کی۔"!

"یعنی تو سلیمان کو پٹوانا چاہتی ہے میرے ہاتھوں۔"!

"جی صاحب۔"!

جوزف کے دانت نکل پڑے تھے۔ اور عمران گلرخ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔!

"کیا سچ مچ۔"!

"جی صاحب! اس لاٹ صاحب کے بچے کی ایک بار گنڈی ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"!

"وہ نہیں ٹھیک ہو سکتا! لا بالٹی مجھے لا دے... میں بھر لاؤں گا۔"!

"آپ۔"! وہ منہ پھاڑ کر رہ گئی۔

"کیوں..؟ مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں! اگر باورچی شد میلا ہو تو یہی ہوتا ہے۔"!

"آپ پر نثار کروں اس حرام خور کو میں خود بھر لاؤں گی۔"!

"نہیں میرے کو لا دے بالٹی۔"! جوزف بولا۔

"اجی آپ کہاں تکلیف کریں گے..."!

"نہیں باس! میں لاؤں گا۔ مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ سڑک پر کوئی نلکا بھی ہے۔"!

"سنا تم نے۔"! عمران نے گلرخ سے کہا "کہہ رہا ہے اسے سڑک پر کسی نلکے کا علم ہی نہیں تھا۔"!

"سب ایک سے ہیں۔"! وہ برا سا منہ بنا کر بولی "اسے تو بوتل کے علاوہ اور کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا۔"!

"میں لائیگا نلکے سے پانی... چلو۔ بالٹی دو..."! جوزف دروازے کی طرف ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ چلے گئے تھے اور عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا رہا تھا۔

فون کی گھنٹی پھر بجی اس نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز آئی تھی۔

"یس سر۔" عمران ماؤتھ پیس میں بولا۔

"لاش کی شناخت ہو گئی ہے۔ ایک سفارت خانے کا گمشدہ آفیسر۔ وانگ لین...."!

"گمشدہ سے کیا مراد ہے آپ کی۔"!

"ایک ہفتہ قبل اپنے ملک کے لئے ہوائی جہاز سے روانہ ہوا تھا۔ لیکن"

نہیں پہونچا۔ جبکہ صرف اٹھارہ گھنٹے کی پرواز ہے۔"!

"اوہ۔ کس طرح شناخت کیا گیا۔"!

"اسی تدبیر سے جو تم نے بتائی تھی۔"!

"ظاہر ہے کہ وہ تدبیر آپ نے تو بتائی نہ ہوگی کسی کو۔"!

"نہیں میں نے پریس کو تجویز بھجوائی تھی۔ لیکن ابھی اس کے بارے میں اخبارات میں کچھ نہیں آیا۔ شام کے اخبارات ابھی چھپ ہی رہے ہوں گے۔"!

"آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میری بتائی ہوئی تدبیر کے مطابق اسے شناخت کیا گیا ہے۔"!

"آرٹسٹ کی بنائی ہوئی تصویر، اخبارات میں شائع ہونے والی تصویر کے تراشے سمیت میرے پاس بھجوائی گئی ہے۔"!

"کمال ہے۔ براہِ کرم یہ معلوم کرنے کی کوشش کیجیے کہ وہ آرٹسٹ ہی کی تجویز تھی یا کسی اور نے آرٹسٹ کو مشورہ دیا تھا! مجھے آرٹسٹ اور مشورہ دینے والے دونوں کے نام اور پتوں سے آگاہ کیجیے۔"!

"اس کی کیا ضرورت ہے۔"!

"تفتیش کے سلسلے میں پہلا قدم سمجھ لیجیے۔"!

"اچھی بات ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔"!

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔!

پھر تقریباً دو گھنٹے کے بعد سر سلطان نے عمران کو ان دو افراد کے بارے میں بتایا تھا۔

"تجویز سفارت خانے کے فرسٹ سیکرٹری میکو فو کی تھی اور تصویر اسکی بیوی میتو ماشی نے بنائی ہے۔ دونوں ستائیس پرنسز اسٹریٹ میں رہتے ہیں۔"!

"یہ ہوئی نا بات۔"!

"کیا مطلب۔"؟

"جی کچھ نہیں... اب ہوا ہے اپنے ڈپارٹمنٹ کا کیس۔"!

"اس کے باوجود بھی تھا۔"!

"ہو سکتا ہے۔ بہرحال میں آپ کو رپورٹ دیتا رہوں گا۔"!

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ عمران ریسیور کریڈل پر رکھ کر اٹھ گیا۔!

تھوڑی دیر تک کھڑا سر سہلاتا رہا پھر اچانک جوزف کو آواز دی۔

"یس باس!" کہیں سے اسکی آواز آئی تھی۔ اور وہ خود بھی کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بالٹی نظر آئی۔

"کیوں وقت برباد کر رہا ہے اپنا... بھگتنے دو ان دونوں کو۔"!

"اتنی دیر میں تین بالٹیاں ڈال چکا ہوں باس۔"!

"بہت ہیں۔ اب بالٹی رکھ دے اور وردی پہن کر میرے ساتھ چل۔"!

"وردی پہن کر! کوئی خاص بات ہے۔"!

"اچھا اب تو بھی سوال کرنے لگا ہے۔"! عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "ان بدبختوں کی صحبت نے تجھے بھی ڈبو دیا۔"!

"میں معافی چاہتا ہوں باس۔"! جوزف گڑگڑایا۔

"چل جلدی کر۔"! عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

وہ چلا گیا تھا۔ اور عمران میز کے قریب بیٹھ کر کچھ لکھنے لگا تھا۔!

جوزف کی واپسی تک اس نے تحریر مکمل کی تھی اور پیڈ سے کاغذ نکال کر لفافے میں رکھا تھا۔!

"دیکھو۔۔ تم یہ لفافہ جولیا کے پاس لے جاؤ گے"! اس نے جوزف سے

کہا۔ "گیراج نمبر تین تک پیدل جاؤ۔ وہاں سے سفید ڈوج نکالنا۔۔۔ جولیا جہاں بھی جائے اُسے لے جانا۔۔۔"!

"ڈرائیو بھی میں ہی کروں گا۔" ! جوزف نے پوچھا۔

"گیراج سے جولیا کے بنگلے تک، کہیں اور جانا ہوا تو وہ خود ڈرائیو کرگی اور تم باڈی گارڈ کی حیثیت سے پیچھے بیٹھو گے۔"!

"او کے باس۔۔"! جوزف نے کہا اور باہر نکل گیا۔

عمران تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا تھا پھر فون پر جولیا نافٹز واٹر کے نمبر ڈائیل کیے تھے۔ دوسری طرف سے جواب ملنے پر ایکسٹو کی آواز میں بولا "عمران کی طرف سے تمہیں کچھ ہدایات ملیں گی۔ ان پر عمل کرو۔"!

"بہت بہتر جناب۔۔"!

"آدھے گھنٹے تک تمہیں گھر ہی میں موجود رہنا ہے کیونکہ اسی دوران میں وہ تم سے رابطہ قائم کرے گا۔"!

"ایسا ہی ہوگا جناب۔۔"!

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔۔!

باہر سے کسی نے کال بل کا بٹن دبایا تھا اور جولیا دروازے کی طرف جھپٹی تھی۔ لیکن جوزف پر نظر پڑتے ہی سارا جوش ٹھنڈا پڑ گیا! شاید وہ سمجھی تھی کہ عمران بذاتِ خود آیا ہوگا۔۔!

جوزف نے لفافہ اُس کی طرف بڑھا دیا۔۔۔

"اندر آجاؤ۔۔"! وہ پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"شکریہ مسی۔۔۔"! جوزف نے ادب سے کہا۔ اندر داخل ہوا۔ اور سٹنگ روم میں پہنچکر اُس وقت تک کھڑا رہا جب تک جولیا نے ایک کرسی کی طرف اشارہ نہیں کیا تھا۔

جولیا عمران کا خط پڑھتی رہی تھی پھر جوزف سے بولی تھی "تم سے کیا کہا گیا ہے۔۔"!

"اگر تم ڈرائیو کرو تو میں باڈی گارڈ کے فرائض انجام دوں۔ ورنہ میں ہی ڈرائیو کروں گا۔۔"!

"یہی بہتر ہے۔ مجھے باڈی گارڈ کی ضرورت نہیں۔۔"!

"جیسی تمہاری مرضی۔۔"!

"میں پندرہ منٹ میں تیار ہو جاؤں گی۔۔"!

"او کے مسی۔۔"!

جولیا دوسرے کمرے میں چلی آئی تھی۔ لباس تبدیل کرتے کرتے ایک بار پھر اُس نے عمران کا خط شروع سے آخر تک پڑھ ڈالا۔۔۔ آنکھیں گہرے تفکر میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی لائحہ عمل ترتیب دے رہی ہو۔۔!

سٹنگ روم میں واپس آکر جوزف سے بولی "کہاں چلنا ہے۔۔"!

"میں کیا جانوں مسی۔۔"! جوزف نے حیرت سے کہا "مجھے ہدایت ملی ہے کہ جہاں آپ جانا چاہیں آپ کے ساتھ رہوں۔۔"!

"ٹھیک ہے۔۔۔ چلو۔۔۔ پرنسز اسٹریٹ چلنا ہے۔ ستائیسویں عمارت میں۔۔۔"!

"پرنسز اسٹریٹ لے چلوں گا! لیکن یہ تم دیکھنا کہ ستائیسویں عمارت کونسی ہے۔۔"!

"میں بتا دوں گی۔۔"!

ڈوج روانہ ہوئی تھی۔ جولیا پچھلی سیٹ پر نیم دراز اُسی معاملے سے متعلق سوچے جا رہی تھی۔۔۔ نام وانگ لین اُس کے لئے نیا نہیں تھا۔ پہلے بھی سُن چکی تھی۔ ایک سفارت خانے سے تعلق تھا اُس کا اور ایک بار ناپسندیدہ سرگرمیوں کی بنا پر اُسکے اپنے محکمے کی نظر میں بھی آگیا تھا۔ لیکن بات آگے نہیں بڑھی تھی اور معاملہ رفع دفع ہوگیا تھا۔!

بہرحال کوئی خاص ہی بات رہی ہوگی تبھی یہ طریق کار اختیار کیا گیا ہے۔۔ وہ سوچتی اور بار بار ذہن میں دُہراتی رہی کہ اُسے کیا کرنا ہے۔

"وہ دیکھو۔ وہ سبز عمارت۔۔۔ اُسی کا نمبر ستائیس ہوسکتا ہے۔ پچھلی چھبیس تھی۔"! اُس نے پرنسز اسٹریٹ سے گذرتے ہوئے کہا اور جوزف نے گاڑی کی رفتار کم کردی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ پھاٹک کُھلا ہوا ہے۔ گاڑی اندر موڑ دو۔"!

جوزف نے تعمیل کی تھی۔ گاڑی اندر پورچ تک لیتا چلا گیا!۔۔۔ ایک باوردی گھریلو ملازم نے اُن کی پذیرائی کی۔

جولیا نافٹز واٹر نے اُسے اپنا کارڈ دیا تھا۔۔ اور اُسکے چلے جانے کے بعد جوزف سے بولی تھی "تم گاڑی میں بیٹھو گے۔"!

"او کے مِسّی۔"!

ملازم واپس آیا تھا اور جولیا کو اندر لے گیا تھا۔۔۔ سٹنگ روم بھی اعلیٰ درجے کی آرائش نظر آئی۔ کئی عمدہ قسم کی پینٹنگز دیواروں پر آویزاں تھیں۔۔۔

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی سٹنگ روم میں داخل ہوکر خم ہوا تھا۔ جولیا اُٹھ گئی۔

"میرے لائق خدمت محترمہ"! اُس نے کہا۔

"مم۔۔ میں۔۔۔ مسٹر وانگ لین سے ملنا چاہتی ہوں۔"!

"مسٹر وانگ لین۔"! اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی "لیکن یہاں تو میں رہتا

ہوں! میرا نام ہیکو نو ہے۔"!

"اوہ۔۔۔ تو کیا یہ پرنسز اسٹریٹ کی ستائیسویں عمارت نہیں ہے۔"!

"یقیناً ہے محترمہ۔"! وہ اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تب پھر مجھے غلط فہمی نہیں ہوئی۔۔۔"!

"آپ تشریف رکھئے"! وہ ہاتھ ہلا کر بولا "یقیناً آپ کو پتا ٹھیک یاد نہیں رہا۔"!

جولیا نے بیٹھتے ہوئے طویل سانس لی تھی۔۔

اُس نے کہا "مسٹر وانگ لین نے مجھے یہی پتا بتایا تھا۔ کوئی دس دِن پہلے کی بات ہے۔"!

"مجھے حیرت ہے کہ اُس نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا! وہ تو سفارت خانے ہی کی عمارت میں رہتا تھا کیونکہ غیر شادی شدہ تھا! یہاں میں اپنی بیوی میتو ہاشی کے ساتھ رہتا ہوں۔۔۔ اور فرسٹ سیکریٹری ہوں۔"!

"میتو ہاشی"! جولیا پُر تفکر انداز میں بولی "وہی خاتون تو نہیں جنکی تصاویر کی نمائش نیشنل آرٹ گیلری میں ہوئی تھی۔"!

"جی ہاں۔۔۔ وہی۔"!

"ملنے کا اشتیاق تھا۔ عجیب اتفاق ہے! لیکن آخر مسٹر وانگ لین نے غلط بیانی سے کیوں کام لیا۔ میں عمارت کا نمبر بھول سکتی ہوں لیکن اسٹریٹ کا نام بھلا دینا ممکن نہیں۔"!

"آپ درست کہہ رہی ہیں! کیا میں پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں کہ آپ وانگ لین سے کیوں ملنا چاہتی ہیں۔"!

"اُونہہ کوئی بات نہیں میں سفارت خانے ہی میں مل لوں گی۔"!

"آپ کو مایوسی ہوگی محترمہ۔۔۔ وہ باہر گیا ہوا ہے۔"!

"کب گئے باہر —"!

"پچھلے ہفتے کی بات ہے! اور شائد اب یہاں واپس ہی نہ آئے کہیں اور بھیجدیا جائے گا —"!

"یہ تو بہت بُرا ہوا —"!

"اسی لئے میں نے پوچھا تھا کہ آپ اُس سے کیوں ملنا چاہتی ہیں —"!

"اب کیا بتاؤں —"!

"کیا وہ آپ کا مقروض تھا —"!

"ایسی ہی کچھ بات تھی —"!

"اگر کوئی تحریر ہو اُس کی آپکے پاس تو شائد میں مدد کر سکوں —"!

"تحریر تو نہیں ہے ...." جولیا نے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل بات دوسری تھی ... ہماری واقفیت ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی حد تک بہت پُرانی ہے۔ میں دراصل آپ کے ملک سے کچھ سامان منگوانا چاہتی تھی۔ مسٹر وانگ لین نے کہا۔ وہ منگوا دیں گے اور ڈیوٹی بھی نہیں ادا کرنی پڑے گی"!

"کتنی رقم دی تھی آپ نے —"!

"دو ہزار ڈالر —"!

میکونو سیٹی بجانے کے سے انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔!

"آپ دشواری میں پڑ گئی ہیں محترمہ —"!

"کیا رقم کی واپسی کی کوئی صورت نہیں —"!

"اگر وہ واپس آیا تو افہام و تفہیم ہی سے یہ مسئلہ حل ہو سکے گا۔ ورنہ کوئی صورت نہیں —"!

"خدا مجھ پر رحم کرے —"!

"آپ کا تعلق کس ملک سے ہے محترمہ —"!

"سوئٹزرلینڈ سے۔ گھڑیاں بنانیوالی ایک فرم کی نمائندہ ہوں —"!

"بہر حال اگر وہ یہیں اپنی ملازمت پر واپس آگیا تو میں آپکی مدد ضرور کروں گا۔"!

"اور دوسری صورت میں —"!

"مجھے افسوس ہے محترمہ! کہ دوسری صورت میں آپ اپنی رقم ڈوبی ہوئی ہی سمجھئے —"!

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ ایسا ہو گا —"!

"ہم لوگوں کے درمیان وہ کبھی نیکنام نہیں رہا ... مجھے بیحد افسوس ہے محترمہ —"!

"خیر۔ جو ہونا تھا ہوا۔ اب میں صرف دُعا کر سکتی ہوں کہ وہ واپس آجائے۔ اچھا اجازت دیجئے —"!

"اُوہ ... نہیں ٹھہریئے ... آپ کیسا مشروب پینا پسند کریں گی —"!

"پھر کبھی مسٹر میکونو —"!

"جب دل چاہے تشریف لائیے۔ آپ میری بیوی سے مل کر بیحد خوش ہوں گی۔ وہ اِس وقت موجود نہیں ہیں۔"

"ضرور — ضرور ...." جولیا نے کہا۔!

وہ اُسے پورچ تک رُخصت کرنے آیا تھا۔ جولیا جلد از جلد وہاں سے روانہ ہو جانا چاہتی تھی۔ خدشہ تھا کہ کہیں وہ اُسی سے اُسکا پتہ نہ پوچھ بیٹھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی اُس نے آہستہ سے کہا تھا "جتنی جلد ممکن ہو نکل چلو —"!

جوزف نے خاصی پھرتی دکھائی تھی۔ اُسکے سارے حواس یکلخت بیدار ہو گئے تھے ... لیکن جولیا نے کچھ دیر بعد محسوس کیا تھا کہ اُسکی گاڑی کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔! اُس نے جوزف کو بھی اس سے آگاہ کر دیا۔ اور پھر جوزف نے اپنے طور پر اس کا اندازہ لگانے کیلئے گاڑی کو خواہ مخواہ چکر دیئے تھے۔

"تمہارا خیال صحیح ہے مسی ... کالی گاڑی تعاقب کر رہی ہے —"!

"اچھا تو بس اب سیدھے میرے گھر ہی چلو ... اور گاڑی وہیں کھڑی کر کے

تم بھی اُس وقت تک رُکے رہنا جب تک کالی گاڑی پیچھا نہ چھوڑ دے۔۔۔"!

"اوکے۔ مسٹی۔۔"!

جولیا نے سیدھے عمران کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا! ورنہ خیال تھا ک واپسی پر اُس سے معاملے کی نوعیت معلوم کرنے کی کوشش کرے گی۔!

گھر پہونچکر جوزف کو اپنے ساتھ ہی اندر لیتی چلی گئی تھی! اور فون پر عمران ک نمبر ڈائیل کئے تھے۔

جواب فوراً ملا تھا اور اُس نے اُسے رپورٹ دی تھی۔

"اُس کے کسی جواب سے تم نے یہ اندازہ تو نہیں لگایا تھا کہ وانگ لین مر چکا ہ عمران نے سوال کیا۔!

"ہرگز نہیں۔ اُس نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ بس یہی کہتا رہا تھا کہ اُس کی واپسی کی اُمید کم ہے! انہیں اندا اسکی پوسٹنگ کر دی جائے گی! بہرحال وانگ لین کے بارے میں اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ سفارت خانے میں نیکنام نہیں ہے۔ اُس کے ساتھی بھی اُسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔"!

"اب تم ٹھیک پندرہ منٹ بعد پھر جوزف سے کہنا کہ تمہیں ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف لے جائے۔ میں خود دیکھوں گا۔ اُس کالی گاڑی کو۔ شائد اُن لوگوں کو جوزف پر شبہ ہوا ہے۔۔"!

"قصہ کیا ہے۔۔"؟

"قصہ بتانے بیٹھ گیا تو پندرہ منٹ بعد اس قابل نہیں رہوں گا کہ کالی گاڑی پر نظر رکھ سکوں"! دوسری طرف سے آواز آئی تھی اور سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔!

جولیا نے بُرا سا منہ بنا کر۔۔۔ گھڑی پر نظر ڈالی۔!

کالی گاڑی نے ابتک سفید ڈوج کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔۔ ٹپ ٹاپ نائٹ کلب پہونچی تھی! لیکن پارکنگ شیڈ کی طرف نہیں گئی تھی۔ ڈوج کے کمپاؤنڈ میں داخل ہو جانے کے بعد سڑک ہی پر رُک گئی تھی۔

عمران نے اپنی ٹو سیٹر خاصے فاصلے پر روکی! کالی گاڑی سے کوئی اُترا نہیں تھا! تھوڑی دیر بعد شائد وہ واپسی کے لئے مُڑنے لگی تھی اور پھر ایک آدمی اُس پر سے اُتر کر کلب کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تھا! اور گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی۔ اب اُس میں صرف وہی عورت دکھائی دی جو اُسے ڈرائیو کر رہی تھی۔!

صورت کچھ جانی پہچانی سی لگتی تھی لیکن جب وہ قریب سے گذری تو ایک اور گاڑی اُنکے درمیان حائل ہو گئی۔ ورنہ شائد عمران اُسے پہچان ہی لیتا۔!

بہرحال! وہ اب بھی اُسی گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا! اگر صورت شناسانہ لگی ہوتی تو شائد عمران گاڑی کے تعاقب کا ارادہ ترک کر کے صرف اُس آدمی پر نظر رکھتا جو ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں جولیا کی نگرانی کیلئے رُک گیا تھا۔!

گاڑی دس منٹ بعد لالہ زار ہوٹل کے سامنے رکی تھی۔ عورت گاڑی سے اُتری اِس بار عمران نے اُسے پہچان لیا تھا۔ کچھ ہی دنوں پہلے اسکی تصویر اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔

یہ آرٹسٹ میتوہاشی تھی۔ جس کی تصاویر کی نمائش نیشنل آرٹ گیلری میں پچھلے دنوں ہوئی تھی۔۔۔! خاصی دلکش صورت والی تھی۔ ناک اور آنکھوں کی بناوٹ بھی اس حد تک اُسکی قومی روایات کے مطابق نہیں تھی کہ اسکی صحیح قومیت یا نسل کا تعین کیا جا سکتا۔ جنوبی مشرقی ایشیا ہی کی کوئی عورت لگتی تھی۔

عمران بھی گاڑی سے اُترا تھا اور اسکا تعاقب کرتا رہا تھا۔۔۔ اور کھوپڑی

تو اس وقت سہلائی تھی جب اُسے کمرہ نمبر گیارہ میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ وہی کمرہ نمبر گیارہ جس میں پروفیسر ضغیم اشرف اپنی بیگم کے ساتھ مقیم تھا اور جہاں سے آج صبح فون پر کسی "سوڈا بائی کارب" نے عمران کی "تیزابیت" کو چیلنج کیا تھا۔

البتہ عمران یہ نہیں دیکھ سکا تھا کہ کمرے کا قفل میتو ہاشی ہی نے کھولا تھا یا اندر سے کسی اور نے یہ دروازہ کھولا تھا۔

وہ ٹہلتا ہوا آگے بڑھ گیا... اور پھر ایک ٹوائیلٹ میں داخل ہو کر ریڈی میڈ میک اپ ناک پر فٹ کیا تھا، کوٹ اُتارا اور اُلٹ کر پہن لیا۔ سوٹ میچ بن گیا! غرضیکہ نیچے سے اُوپر تک حلیہ ہی بدل کر رہ گیا تھا۔!

ٹوائیلٹ سے نکل کر ڈائننگ ہال کی راہ لی... وہاں سے معلوم کیا تھا کہ اتنی دیر میں میتو ہاشی تو نہیں چلی گئی تھی۔ کالی گاڑی اب بھی وہیں کھڑی نظر آئی جہاں پارک کی گئی تھی وہ دروازے کے پاس سے ہٹ آیا۔ ایک میز کی جانب بڑھ ہی رہا تھا کہ کچھ یاد آ گیا۔ اور وہ سیدھا پبلک کال بوتھ کی طرف چلا گیا۔

انسٹرومنٹ میں سکہ ڈال کر صفدر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

"ہیلو۔۔"! دوسری طرف سے آواز آئی۔

عمران نے ڈائننگ ہال پر اچٹتی ہوئی سی نظر ڈالتے ہوئے کہا "میں عمران بول رہا ہوں۔۔ جولیا اس وقت ٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں موجود ہے۔ تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ وہاں اُس کی نگرانی تو نہیں ہو رہی۔ نگرانی کرنے والے کا تعاقب کر کے معلوم کرنا ہے کہ وہ لوگ کون ہیں۔۔"!

"آپ کہاں ہیں۔۔"؟

"گھر پر نہیں ہوں۔۔۔ باہر سفید ڈوج میں جوزف بیٹھا ہے جولیا اُسی گاڑی پر واپس ہو گی۔ جوزف ڈرائیو کرے گا۔۔"!

"اچھی بات ہے۔۔۔ میں پہنچ رہا ہوں۔۔"!

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔۔۔ اور بوتھ سے باہر نکل کر زینوں کے قریب کی ایک میز سنبھال لی۔ میتو ہاشی زینوں سے اُتر کر ہال ہی سے گذرتی ہوئی باہر جاتی۔

شاید آدھے گھنٹے بعد وہ زینوں سے اُترتی دکھائی دی تھی۔ عمران اُسے جاتے دیکھتا رہا۔ اس بار وہ جلدی میں نہیں معلوم ہوتا تھا۔ میتو ہاشی کے باہر نکل جانے کے بعد وہ اُٹھا تھا۔ کاؤنٹر پر اپنے بِل کی رقم ادا کی تھی اور زینے طے کر کے کمرہ نمبر گیارہ کے سامنے آ رُکا تھا۔ راہداری سنسان پڑی تھی! اُس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی بالکل اسی انداز میں جیسے روم سروس والے دیتے ہیں! لیکن اندر سے جواب نہ ملا۔

اُس نے مُڑ کر دیکھا۔ لابی میں بھی کوئی نہیں تھا۔ ہینڈل گھمایا۔ دروازہ مقفل تھا۔

دُوسرے ہی لمحے میں اُس کی جیب سے ایک باریک سا اوزار نکل آیا تھا۔۔۔

جلد ہی قفل کھول لینے میں کامیابی ہو جانے کے بعد اُس نے ہینڈل گھمایا تھا۔ اور آہستہ آہستہ دروازے کو پیچھے کھسکانے لگا تھا۔

اندر سے کسی قسم کی مزاحمت نہ ہونے پر اُس نے پورا دروازہ کھول دیا۔ سامنے والا کمرہ خالی نظر آیا۔ لیکن یہ دو کمروں کا سوٹ تھا۔ آہستہ سے دروازہ بند کر کے وہ آگے بڑھا: اور بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑ گیا۔

یہ بیڈ روم تھا۔ سامنے ہی مسہری پر ایک ایسا آدمی چت پڑا ہوا نظر آیا جس کا سارا چہرہ پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور جسم پر پورا لباس جوتوں سمیت موجود تھا۔ ہاتھوں میں سفید دستانے تھے۔!

عمران آہستہ آہستہ چلتا ہوا مسہری کے قریب آ رُکا! نامعلوم آدمی گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ چہرے پر اس طرح بینڈیج کی گئی تھی کہ صرف آنکھیں نتھنے اور کسی قدر دہانہ کھلے ہوئے تھے۔!

عمران نے جُھک کر اس کا بازو ہلایا۔ لیکن اُس نے آنکھیں نہ کھولیں پھر جلد ہی معلوم ہو گیا کہ وہ سو نہیں رہا تھا بلکہ بیہوش تھا۔!

کوٹ کی آستین اُوپر کھسکا کر دستانے کا بٹن کھولا ہی تھا کہ ہونٹ سیٹی بجانے والے انداز میں سکڑ گئے۔ جلدی سے بٹن بند کر کے آستین ٹھیک کی تھی اور اُلٹے پاؤں واپس ہوا تھا۔!

تیزی سے زینے طے کر کے فون بوتھ میں پہونچا اور رانا پلیس کے نمبر ڈائیل کئے۔۔

دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سن کر بولا "میں لالزار ہوٹل سے بول رہا ہوں۔ جتنی جلد ممکن ہو سکے سائیکو مینشن سے ایک ایمبولینس گاڑی یہاں بھجواؤ۔ خاور اور چوہان سے کہو کہ اپنی ملٹری کی وردی میں ایمبولینس کے ساتھ ہی پہونچ جائیں۔۔ لالزار کے کمرہ نمبر گیارہ میں ایک مریض ہے جسے سائیکو مینشن منتقل کرنا ہے۔"!

"بہت بہتر جناب۔"!

"خاور اور چوہان کو ہدایت دو کہ کسی سے پوچھ گچھ کئے بغیر سیدھے کمرہ نمبر گیارہ تک پہونچکر دروازے پر دستک دیں۔ ایک بار ہلکی دو بار نسبتاً تیز! ایمبولینس کا عملہ گاڑی ہی میں بیٹھا رہے گا۔"!

"میں سمجھ گیا جناب۔"!

"دیٹس آل۔"! عمران نے کہا اور سلسلہ منقطع کر کے پھر زینوں کی طرف چل پڑا۔ کرے میں پہونچکر ایسی جگہ بیٹھ گیا تھا جہاں سے بڈ روم اور داخلے کے دروازے پر نظر رکھ سکتا۔ ہاتھ بغلی ہولسٹر پر تھا۔!

نامعلوم آدمی کی پوزیشن میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ بس پہلے ہی کی طرح گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اور یہ سانسیں بڈ روم کے باہر بھی سنی جا سکتی تھیں۔

عمران نے جیب سے چیونگم کا پیکٹ نکالا۔ اور ایک پیس دانتوں میں دبا کر آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔

قریباً پندرہ منٹ بعد دروازے پر ویسی ہی دستک ہوئی تھی جس کے لئے

عمران نے بلیک زیرو کو ہدایت دی تھی۔!

اُس نے ریڈی میڈ میک اپ ناک پر سے ہٹا کر جیب میں ڈالا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے کیپٹن خاور اور لیفٹننٹ چوہان پوری وردی میں ملبوس کھڑے نظر آئے۔!

"اُوہ۔ تو آپ ہیں۔" خاور بولا۔

"چپ چاپ اندر آجاؤ۔"! عمران نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "اور تم لیفٹننٹ صاحب باہر ہی ٹھہرو۔"!

"جیسی جناب کی مرضی۔"! چوہان ہنس کر بولا۔

"کسی اور کو اندر داخل نہ ہونے دینا۔"!

"ظاہر ہے۔"

خاور کے داخل ہو جانے پر عمران نے دروازہ بند کر دیا تھا اور بڈ روم کے امنے پہونچکر بولا۔ "اسے سائیکو مینشن لے جانا ہے۔"!

"لیکن یہ ہے کون۔"؟ خاور نے آنکھیں پھاڑ کر پوچھا۔

"دھاری دار آدمی۔"!

"نہیں۔"! خاور چونک پڑا۔

"زندہ ہے۔ لیکن بیہوش۔"!

"اُوہ۔"!

"اب تم دروازے پر ٹھہرو گے اور چوہان ایمبولینس کے عملے کو اسٹریچر یت یہاں لائے گا۔ اُس سے کہہ دینا کہ اپنے ساتھ کسی اور کو اُوپر نہ آنے ے۔ اگر کوئی پوچھے تو ڈانٹ دے۔"!

"میں سمجھ گیا۔"! خاور دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا تھا! وہ چلا گیا مران وہیں ٹھہرا رہا۔ اس دوران میں اُس نے پھر کوٹ اُتار کر اُلٹ لیا تھا

اور مسیح دوبارہ سوٹ بن گیا تھا۔"

چوہان سارے لوازمات کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اور جب کارروائی شروع ہو گئی تو عمران چپکے سے کھسک کر پھر ڈائننگ ہال میں آگیا۔

کاؤنٹر پر کئی لوگ کھڑے کلرک سے باتیں کر رہے تھے انھوں نے عمران کو زینوں سے اُترتے دیکھا تھا اور جب عمران غصے میں بھرا ہوا قریب پہنچا تو ایک آدمی نے پوچھا

"کیوں صاحب! کیا بات ہے۔"؟

"ہو گی کچھ! جہنم میں جائے۔۔۔ میں نے تو مریض کی خیریت پوچھی تھی۔ لیکن سالوں نے ڈانٹ دیا۔ پتا نہیں خود کو کیا سمجھنے لگتے ہیں وردی پہن کر۔"!

"ایک کیپٹن ہے اور دوسرا لیفٹیننٹ۔" دوسرا بولا۔

"آخر کس کمرے میں ہے مریض کہ مجھے خبر تک نہیں۔" کلرک نے حیرانی ظاہر کی۔

"کمرہ نمبر گیارہ میں۔" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"کمرہ نمبر گیارہ۔۔۔ لیکن وہ لوگ تو آج صبح ہی آئے ہیں۔ ایک برقعہ پوش عورت تھی اور ایک مرد۔"!

اُس نے جلدی سے رجسٹر کھولا تھا اور صفحے پہ نظر دوڑاتا ہوا بولا "اسد اللہ اور بیگم اسد اللہ۔"!

پھر وہ زینے کی طرف متوجہ ہوئے۔ مریض کو اسٹریچر پہ ڈال کر نیچے لایا جا رہا تھا! سر سے پیر تک چادر میں ڈھکا ہوا تھا۔!

کلرک کاؤنٹر کے پیچھے سے نکل کر زینے کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔

"جج جناب"! وہ خاور کی طرف دیکھ کر ہکلایا "یہاں اندراج۔۔۔"!

"بکو مت۔" خاور دہاڑا۔

کلرک بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"یہی بتا دیجیے کہ مسٹر اسد اللہ ہیں یا بیگم اسد اللہ۔" عمران نے احمقانہ انداز میں

ہانک لگائی۔

"شٹ اپ۔"!

"ارے باپ رے۔" کہہ کر اُس نے سہم جانے کی ایکٹنگ کی تھی۔

وہ سب صدر دروازے سے گزرتے چلے گئے۔

"دھاندلی ہے دھاندلی۔۔" ایک آدمی بولا۔

"قطعی غیر قانونی حرکت۔"!

"ہم سے کوئی غلطی ہو جائے تو کھٹ سے ہتھکڑی۔"!

"بھائیو۔"! عمران ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "کیا ان لوگوں میں مسٹر اسد اللہ بھی شامل تھے۔"!

"جی نہیں۔" کلرک نے کہا۔

"تب تو پھر وہ بیگم اسد اللہ ہی ہوں گی۔ پتا نہیں بیچارے اسد اللہ کہاں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہیں اور دوا لینے چلے گئے ہوں۔"!

"مجھے تو کچھ گھپلا معلوم ہوتا ہے۔" ایک آدمی بولا۔

"ارے کہیں وہ بیچارے کمرے ہی میں نہ بیٹھے ہوں۔" عمران نے کہا۔

کلرک نے ہیڈ ویٹر سے کہا تھا کہ وہ اوپر جا کر دیکھ آئے۔ وہ چلا گیا تھا۔ اور یہاں بھانت بھانت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ عمران بیچ بیچ میں ٹکڑے لگاتا جا رہا تھا۔!

"آپ کس کمرے میں مقیم ہیں جناب۔" دفعتاً کلرک نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مقیم کہاں ہوں۔ پروفیسر ضغیم اشرف سے ملنے آیا تھا۔ لیکن کمرہ نمبر گیارہ میں تو مسٹر اینڈ مسز اسد اللہ مقیم ہیں۔"!

"پروفیسر رات ہی کو چلے گئے تھے۔"!

"خواہ مخواہ کی دوڑ پڑی۔ مجھے مطلع کئے بغیر ہی چلے گئے۔ خیر۔۔" !

اتنے میں ہیڈ ویٹر نے آکر اطلاع دی کہ کمرہ بالکل خالی ہے۔

"یہ بہت بُرا ہوا کہ وہ لوگ بیگم اسد اللہ کو ان کی عدم موجودگی میں لے گئے" کلرک بولا۔

"خواہ مخواہ کی باتوں سے کیا فائدہ۔" ایک آدمی نے کہا۔ "ہو سکتا ہے مسٹر اسد اللہ بھی ملٹری ہی والے ہوں۔ اور اُنہی کی ایما پر وہ لوگ اُن کی بیمار بیوی کو لے گئے ہوں۔" !

"ہاں بھئی۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔" عمران چہک کر بولا۔ "ہم لوگ خواہ مخواہ افلاطون بنے جا رہے ہوں۔" !

اسی قسم کی باتوں میں پندرہ منٹ گذر گئے۔ عمران وہیں رُک کر دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں اسد اللہ کی واپسی بھی ہوتی ہے یا نہیں۔" !

وہ چُپ چاپ وہاں سے ہٹا تھا اور ڈائننگ ہال کے ٹوائلٹ کی طرف چلا گیا تھا۔ !

وہاں پھر کوٹ اُلٹا گیا اور ریڈی میڈ میک اپ ناک پر جما لیا گیا !

غالباً دس ہی منٹ بعد وہ گھڑی آ پہنچی تھی جس کا اُسے انتظار تھا۔

ایک آدمی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ بھی کسی ہسپتال کے لوگ اسٹریچر سمیت آئے تھے۔ !

"مسٹر اسد اللہ۔ وہ لوگ لے گئے بیگم صاحبہ کو۔" کلرک مضطربانہ انداز میں چیخ کر بولا۔ !

وہ آدمی جہاں تھا وہیں تھم گیا۔ اور حیرت سے مُنہ کھولے کلرک کو دیکھتا رہا!

"جی ہاں۔" کلرک آگے بڑھ کر بولا "ملٹری والے تھے۔" !

اُس کے چہرے پر پل بھر کے لئے سراسیمگی کے آثار نظر آئے تھے۔ پھر سنبھل

کر بولا تھا۔ "اچھا۔۔ اچھا۔۔ لے گئے۔۔ میں بھی یہی چاہتا تھا۔ کہ ملٹری کے ہسپتال میں داخل کرا دوں۔ کوشش کی تھی لیکن اُمید نہیں تھی"

پھر وہ اپنے ساتھ آنے والوں کی طرف مُڑ کر بولا تھا۔ "میں معافی چاہتا ہوں بھائی۔ ہرجانہ دینے کو تیار ہوں۔" !

ساتھ ہی اُس نے جیب سے پرس نکالا تھا اور دس دس کے کچھ نوٹ نکال کر ایک آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیئے تھے۔ !

اُس نے اپنے ساتھیوں کی طرف مُڑ کر واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ !

اسد اللہ کاؤنٹر پر آیا اور کلرک سے بولا! "اچھا تو جناب میرا حساب کر دیجئے اب تو مجھے بھی مریضہ کے ساتھ رہنا پڑے گا۔" !

کلرک نے جلدی جلدی حساب کیا تھا اور وہ ادائیگی کر کے صدر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ عمران تیز قدموں سے چل کر اُس کے برابر پہنچا اور آہستہ سے بولا! "اوّل درجے کے احمق ہو۔ جلدی سے نکل چلو ورنہ دھر لئے جاؤ گے۔۔۔" !

"مم۔۔ میں۔۔۔" !

"باتیں پھر ہوں گی! میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ اپنا کوئی آدمی یہاں ضرور چھوڑ گئے ہوں گے۔" !

وہ اُسے اپنی ٹوسیٹر تک لایا تھا۔۔۔

"بیٹھو۔ جلدی سے۔" !

وہ اضطراری طور پر دروازہ کھول کر گاڑی میں بیٹھ گیا تھا! عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"یہ کیا احمقانہ حرکت تھی۔ اُسے بیہوش کرنے کی کیا ضرورت تھی" عمران بولا۔

"میں کچھ نہیں جانتا! میری عدم موجودگی میں مینو ہاشی یہاں آئی تھی اور مجھے

فون پر اطلاع دی تھی کہ اس طرح اُسے داراب ہاؤز پہنچا دوں"!

"تم ہوش میں چھوڑ کر گئے تھے۔۔"!

"جی ہاں! بالکل بے ضرر تھا۔ جو کہا جاتا تھا وہی کرتا رہا تھا۔"!

"داراب ہاؤز کا تو اب رُخ بھی نہ کرنا۔ میتو ہاشی سے تو جواب طلب کیا جائیگا پتا نہیں وہ کن ہاتھوں میں پڑا ہوگا! میں اُس وقت پہونچا جب یہ سب کچھ ہو چکا تھا۔ مجھے اُس کے بارے میں دوسری ہدایات ملی تھیں۔ یہاں پہونچ کر ان لوگوں کی چہ میگوئیاں سنیں تو تمہارا انتظار کرنے کیلئے رُک گیا! کیا پہلے کبھی داراب ہاؤز گئے ہو"!

"کبھی نہیں۔"!

"خیر۔ خیر۔ اب اُدھر کا رُخ بھی نہ کرنا۔"!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سیدھا میتو ہاشی کے پاس جاؤں گا۔"!

"قطعی نہیں۔ میرے ساتھ چلو۔ مجھے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہمارا تعاقب تو نہیں ہو رہا۔"!

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں"!

"تم اپنے مُنہ پر رومال رکھ لو" عمران نے کہا "تاکہ پہچانے نہ جاسکو"!

اُس نے مشورے پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔۔ اور تھوڑی دیر بعد گاڑی سائیکو مینشن کے گیراج میں داخل ہوئی تھی اور گیراج کا دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔

عمران کے اشارے پر وہ گاڑی سے اُترا تھا اور حیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگا تھا۔!

پھر ایک لفٹ کے ذریعے تیسری منزل پر پہونچے تھے!۔ عمران اُسے ایک کمرے میں لے گیا۔

"تم یہاں آرام کرو۔" اُس نے کہا "لیکن خود سے کمرے کے باہر قدم بھی نہ نکالنا! فون موجود ہے۔ جس چیز کی بھی ضرورت ہو ریسیور اُٹھا کر بٹن دبانا اور کہہ دینا"!

"بہت بہتر جناب"! اُس نے گومگو کے سے عالم میں کہا تھا۔

عمران دوسری منزل پر آیا تھا!۔۔ اپنے کمرے میں پہونچ کر خاور سے فون پر رابطہ قائم کیا۔!

"اُسے ہوش آگیا ہے! کسی نشہ آور دوا کے زیرِ اثر تھا"! خاور کی آواز آئی "اپنا نام سوڈا بالی کا رب بتاتا ہے۔"!

"خوب۔ اور کچھ۔۔۔"!

"حیرت انگیز باتیں کر رہا ہے۔"!

"کہاں رکھا ہے۔۔"؟

"آپریشن تھیٹر کے برابر والے کمرے میں۔۔۔ آخر آپ وہاں کس طرح جا پہونچے تھے۔"!

"اطمینان سے بتاؤں گا۔۔۔"! کہکر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر وہ اس فون کی طرف متوجہ ہوا تھا جس سے ٹیپ ریکارڈر اٹیچ تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ ٹیپ ریکارڈر کے مختلف سوئچ آف اور آن کرتا رہا تھا۔

پھر صفدر کی آواز آئی تھی "روٹپ ٹاپ نائٹ کلب میں جولیا کی نگرانی کرنے والے نے ایک ٹیکسی میں جولیا کے بنگلے تک اُس کا تعاقب کیا تھا اور پھر وہاں سے سیدھا داراب ہاؤز چلا گیا تھا۔ وہاں اُس نے ٹیکسی چھوڑ دی تھی۔ میں آدھے گھنٹے تک داراب ہاؤز کے سامنے اُس کی واپسی کا منتظر رہا تھا۔ لیکن وہ باہر نہیں آیا تھا! جولیا کے بنگلے کے آس پاس پھر کوئی ایسا فرد نہیں دکھائی دیا جس پر نگرانی کا شبہ کیا جاسکتا۔ اوور اینڈ آل"

ٹیپ ریکارڈر سوئچ آف کر کے عمران نے فون پر جولیا کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔!

دوسری طرف سے جولیا ہی کی آواز آئی تھی۔۔۔ اُس نے چھوٹتے ہی سوال کیا تھا کہ آخر وہ اُسے کیوں دوڑا رہا ہے۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے اُس کا کریڈٹ میں تمہیں دلواؤں گا۔"! عمران نے جواب دیا۔

„کیا ہوا ہے۔“؟

„ایک عدد زندہ دھاری دار آدمی ہاتھ لگا ہے۔“!

„کیوں ہانک رہے ہو۔“!

„لیکن میں یہ ہرگز نہیں بتاؤں گا کہ وہ اسوقت کہاں ہے! اکیس ٹو کے حکم ثانی تک تم گھر سے باہر نہیں نکلو گی۔“!

„اور اُس کالی بلا کے لئے کیا کروں۔۔ وہ میرے بنگلے میں تو رات بسر نہیں کر سکے گا۔“!

„خراٹے نہیں لیتا۔ مطمئن رہو۔۔“!

„جن کی دو بوتلیں صاف کر چکا ہے۔ اِسوقت تک۔۔ کیا تم مجھے ہنری فورڈ کی نواسی سمجھتے ہو۔“؟

„اخراجات کا واؤچر سائیکو مینشن بھجوا دیا! چیف ادائیگی کر دے گا۔ ویسے اب میدان صاف ہے! جوزف کو اپنی فیاٹ دے دو۔ ڈوج خود رکھو! اُس سے کہہ دو کہ تمہاری گاڑی وہیں کھڑی کرے گا جہاں سے ڈوج لایا تھا۔“

„کیا بات ہے تم بہت سیریس معلوم ہوتے ہو۔“!

„بد تمیزیوں کا موسم نہیں ہے۔“!

پھر قبل اس کے کہ جولیا کوئی دوسرا سوال جڑ دیتی اُس نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اور کمرے سے نکل کر سرجیکل وارڈ کی طرف چل پڑا۔

ڈیوٹی ڈاکٹر سے دھاری دار آدمی کے بارے میں استفسار کیا تھا۔!

„اب تو گہری نیند سو رہا ہے۔“! ڈاکٹر بولا۔

„خواب آور انجکشن۔“!

„ہرگز نہیں! خود بخود سویا ہے۔“!

„اپنے بارے میں کیا بتایا تھا۔“!

„وہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔۔۔ کسی اور نے اُسے بتایا ہے کہ اُس کا نام سوڈابائی کا رب ہے۔“!

„یادداشت کھو بیٹھا۔“!

„عمران صاحب! یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔“!

„رنگین دھاریاں۔“!

„قدرتی۔۔ قطعی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ انسانی عقل کا کوئی کارنامہ ہو گا۔“!

„اُسے یہ تو یاد ہی ہو گا کہ لالزار میں کہاں سے آیا تھا۔“!

„یہ بھی نہیں بتا سکا۔ البتہ یہ ضرور کہتا ہے کہ صرف حکم کی تعمیل اُس کی سرشت ہے۔ اِس کے علاوہ اس کا اور کوئی مصرف نہیں۔“!

„کیا خیال ہے۔۔۔ آپ خود بخود بیدار ہو گا یا نیند کے خاتمے کے لئے کوئی دوا اُس کے جسم میں پہونچانی پڑے گی۔“!

„اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔“!

„دراصل میں بھی اُس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔“!

„بیدار ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا۔“!

„اچھی بات ہے۔“! عمران نے طویل سانس لی تھی اور واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔!

پھر وہ تیسری منزل پر پہونچا تھا اور اسد اللہ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تھی۔

دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

„تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے اسد اللہ۔“! اُس نے پہلا سوال کیا تھا۔

„میرا نام اسد اللہ نہیں ایشور سنگھ ہے۔“!

„تب تو بڑا عمدہ ترجمہ کیا ہے اپنے نام کا۔ ویسے کیا تم جانتے ہو کہ

میں کون ہوں ۔" !

"جب تک کہ باقاعدہ تعارف نہ ہو کوئی کسی کو نہیں جانتا ۔" !

"تو پھر مجھے بتا دینا چاہیے کہ میرا شمار قانون کے محافظوں میں ہوتا ہے ۔" !

"جی میں نہیں سمجھا ۔" ! ایشور سنگھ چونک کر بولا ۔

"مطلب یہ کہ میں تمہارے باس کا آدمی نہیں ہوں ۔" !

"تو پھر ۔ تو پھر ۔" !

"تم زیر حراست ہو ۔" !

وہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے اُسے دیکھتا رہا ۔

"اُس دھاری دار آدمی کو تم کہاں سے لائے تھے ۔" ؟

"مم ۔ میں کچھ نہیں جانتا ۔" !

"خواہ مخواہ زبان کو تھکاؤ نہیں ۔۔ جتنی جلدی سچی بات بتا دو گے تمہارے حق میں اتنا ہی بہتر ہوگا ۔" !

"میں کچھ نہیں جانتا ۔" !

"تو کیا وہ آسمان سے ٹپکا تھا ۔" !

"میں نہیں جانتا ۔" !

"اچھی بات ہے ایشور سنگھ ۔۔ وہ بہت بھوکے ہیں ! اور انسانی گوشت اُنہیں بہت پسند ہے ۔" !

"کک ۔ کون ۔" ؟

"ابھی بتاتا ہوں ۔۔۔ آؤ میرے ساتھ" ! وہ بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑتا ہوا بولا تھا ۔ !

دروازہ کھول کر وہ کمرے میں داخل ہوا ۔ ایشور سنگھ ساتھ تھا ۔ ! کمرے میں روشنی کرنے کے بعد اُس نے ایک شارٹ سرکٹ ٹی ۔ وی سیٹ

کا سوئچ آن کیا تھا ۔۔ کسی کمرے کی تصویر اسکرین پر اُبھر آئی جس کے فرش پر کئی بڑے بڑے اژدھے رینگ رہے تھے ۔ !

"یہ زہریلے نہیں ہیں" ! عمران نے بیحد نرم لہجے میں کہا "لیکن عموماً بھوکے رہتے ہیں ۔ اگر تمہیں اس کمرے میں بند کر دیا جائے تو صبح صرف ہڈیوں کا پنجر برآمد ہوگا"

"نن ۔۔۔ نہیں ۔" ! ایشور سنگھ خوفزدہ لہجے میں بولا "میں نہیں جانتا کہ وہ وہاں کیسے پہونچا تھا ۔" !

"کہاں سے لائے تھے اُسے ۔" ؟

"سردار گڈھ سے ۔ مجھے ہدایت ملی تھی کہ اُسے یہاں لاؤں ۔ اور لالہ زار میں قیام کروں ۔۔ کمرہ نمبر گیارہ خالی ملے گا ! ۔۔۔ وہ بے چون و چرا ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا ۔ سردار گڈھ سے یہاں تک برقعے میں آیا تھا ۔ اس ہدایت کا بھی خیال رکھا تھا کہ چلنے کے انداز میں نسوانیت برقرار رکھے ۔۔۔ جب وہ یہاں تک آ گیا تھا تو پھر آخر داراب باؤز بیہوش کر کے لیجانے کی کیا ضرورت تھی ۔" !

"اب ایک بیحد اہم سوال ہے ۔" !

"اگر میرے علم میں ہوا تو ضرور جواب دوں گا ۔" !

"تمہیں کس سے ہدایات ملتی ہیں ۔" !

"کمپنی کی طرف سے جس کا ملازم ہوں ۔" !

"اس کمپنی کے بارے میں وضاحت سے بتاؤ ۔" !

"سردار گڈھ کی ہموفیگ کمپنی جو سائنسی آلات کا بیوپار کرتی ہے ۔" !

"اس سے قبل کتنے دھاری دار آدمیوں سے سابقہ پڑ چکا ہے ۔" !

"آدمی ۔" ! ایشور سنگھ ہنس پڑا ۔

"کیوں ! اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے ۔" !

"آپ اُسے آدمی سمجھتے ہیں ۔ کبھی پہلے بھی کوئی ایسا آدمی دیکھا تھا ۔" !

„ابھی حال ہی میں ایسے ہی ایک آدمی کی لاش ملی ہے۔" !

„ہاں! اُس پر بھی مجھے ہنسی آئی تھی۔" !

„آخر وجہ۔" ؟

„ارے جناب۔۔۔ وہ روبوٹ ہے۔۔۔" !

„اُس لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہوا تھا۔" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ „دھاریاں قدرتی ضرور تھیں۔ لیکن وہ آدمی ہی تھا۔" !

„نہیں۔۔!" ایشور سنگھ خوف زدہ لہجے میں بولا۔ „مجھ سے کہا گیا تھا کہ ایک مقامی سائنسدان نے یہ روبوٹ تیار کیا ہے چونکہ فی الحال اسے پوشیدہ رکھنا ہے، اِس لئے اِتنی احتیاط برتی جا رہی ہے! کیا وہ اَب ہوش میں ہے جناب۔" ؟

„ہوش میں آیا تھا۔ لیکن پھر سو گیا۔" !

„جو کچھ مجھے معلوم تھا میں نے عرض کر دیا۔" !

„میتو ہاشی کو کب سے جانتے ہو۔" !

„آج ہی سے جناب! اِس سے پہلے کبھی نام بھی نہیں سُنا تھا۔" !

„کیا تمہاری کمپنی کی طرف سے تمہیں اِس کے سلسلے میں کچھ ہدایات ملی تھیں۔" !

„مجھ سے کہا گیا تھا کہ اِس نام کی کوئی عورت مجھ سے رابطہ قائم کرے گی۔ شائد میرے لالزار پہونچنے اور کمرہ نمبر گیارہ حاصل کرنے کے پندرہ منٹ بعد ہی وہ وہاں پہونچ گئی تھی۔" !

„اور اُسی وقت اُسے بیہوش بھی کر دیا ہوگا۔" !

„جی ہاں۔" !

„پھر کب ہوش میں آیا تھا۔" !

„اُس کے بعد ہوش ہی میں نہیں آیا تھا۔" !

„تم لالزار کس وقت پہونچے تھے۔" !

„غالباً چھ بجے صبح۔" !

„گویا وہ چھ اور سات کے درمیان ہی کسی وقت ہوش میں آ گیا تھا۔" !

„جی ہاں۔" !

„تم غلط کہہ رہے ہو۔" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ „اُس نے نو بجے ایک فون کال کا جواب دیا تھا۔" !

„ناممکن جناب۔" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ „ٹھہریئے! مجھے یاد آ رہا ہے۔۔ جی ہاں۔۔ آئی تھی ایک کال، کسی نے کسی پروفیسر کے بارے میں پوچھا تھا۔" !

„تو وہ تم ہی تھے جس نے اپنا نام سوڈا بائی کارب بتایا تھا۔" !

„جی ہاں۔۔ اور اُس نے اپنا نام لیموں کا تیزاب بتایا تھا۔" !

„تم نے اپنا ہی نام کیوں نہیں بتایا تھا۔" !

„وہ اپنا نام سوڈا بائی کارب ہی بتاتا ہے۔۔۔ بے اختیاری میں میری زبان سے نکل گیا تھا۔۔ پھر لیموں کا تیزاب سُن کر مجھے ہنسی آئی تھی۔" !

„پروفیسر ضخیم اشرف کو جانتے ہو۔" !

„نہیں جناب! یہ نام میرے لئے نیا ہے۔" !

„تو تمہیں خصوصیت سے کمرہ نمبر گیارہ حاصل کرنے کی ہدایت ملی تھی۔" !

„جی ہاں۔" !

„تم نے خود بُک کرایا تھا یا پہلے ہی سے تمہارے نام پر بُک تھا۔" !

„جی نہیں۔ میں نے ہی کرایا تھا۔" !

„تعجب ہے کہ تمہیں وہ کمرہ خالی مل گیا۔" !

„جب میں نے کمرہ نمبر گیارہ کے لئے کہا تھا تو کلرک کو بھی حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ صرف کمرہ نمبر گیارہ ہی اُس وقت خالی تھا۔۔ اِس کے علاوہ اور سارے کمرے یا تو بُک تھے یا آباد تھے۔" !

"دلچسپ اتفاق ہے"! عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"آپ یقین کیجئے کہ اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے ـــ"!

"تم اُس وقت کہاں تھے جب میرے آدمی اُسے کمرہ نمبر گیارہ سے نکال لائے تھے"!

"میتوہاشی کی ہدایت کے مطابق ایمبولینس کا انتظام کرنے گیا تھا تاکہ اُسے ایک بیہوش مریض کی صورت میں لالہ زار سے داراب ہاؤز منتقل کیا جا سکتا ـــ"!

"تمہاری کمپنی کا سربراہ کون ہے ـــ"!

"ڈاکٹر سرنگی ـــ"!

"سرنگی ـــ یہ کیا نام ہے ـــ"؟

"قوم ہوتی ہے سرنگی ـــ"!

"مقامی یا کوئی غیر مقامی ـــ"!

"مقامی ہی ہے جناب ـــ"!

عمران نے اُس کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کی تھیں اور پھر ایشور سنگھ سے بولا تھا "چونکہ تم نے مجھ سے تعاون کیا ہے۔ اس لئے تمہیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہونے پائے گی ـــ"!

"لیکن آخر کار میرا حشر کیا ہوگا ـــ"!

"اگر یہ ثابت ہو گیا کہ تم نادانستگی میں کسی کا آلۂ کار بنے ہو تو تمہیں اپنے انجام کے سلسلے میں زیادہ تشویش نہیں ہونی چاہیئے ـــ"!

"میں نہیں سمجھا جناب ـــ"!

"تمہارا ریکارڈ خراب نہیں ہونے دوں گا ـــ"!

"بہت بہت شکریہ جناب ـــ"!

ویسے سہ رنگی دھاریوں والی لاش کی تصویر اور میتوہاشی کا بنایا ہوا خاکہ ایک ساتھ اخبارات میں شائع ہوئے تھے اور سفارت خانے کے عملے نے اُسے وانگ لین کی حیثیت سے شناخت کر لیا تھا۔

اِدھر عمران نے اُس آدمی کا خاکہ سائیکو مینشن کے ایک ایکسپرٹ سے بنوایا تھا جو زندہ ہاتھ لگا تھا۔ لیکن ابھی اُس کی تشہیر نہیں کرائی تھی۔ میکو نو اور میتوہاشی زیرِ نگرانی تھے۔ اُس شخص کی بھی نگرانی کی جا رہی تھی جسے صفدر نے داراب ہاؤز میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ شاید وہ وہیں مقیم بھی تھا۔

داراب ہاؤز کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ وہاں سانپ کی کھالوں کا ایک تاجر رہتا ہے ـــ!

سہ رنگی دھاریوں والا زندہ آدمی سائیکو مینشن ہی میں تھا۔ لیکن ابھی تک اُس سے عمران نے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔ اُسے سر سلطان کے سامنے پیش کیا گیا جو ایک بند گاڑی میں سائیکو مینشن آئے تھے ـــ!

"بعض اوقات تو میں سوچنے لگتا ہوں کہ کہیں تمہارے پاس چراغ الدین تو نہیں ہے"! سر سلطان نے عمران سے کہا تھا۔

"چراغ تو نہیں ہے لیکن اب میں صورت سے بھی الدین لگنے لگا ہوں شاید"! عمران نے جواب دیا تھا۔

"کیا یہ بات بھی کر سکتا ہے"!

"کچھ پوچھ کر دیکھئے ـــ"!

سہ رنگا آدمی اس طرح سر جھکائے بیٹھا تھا جیسے کچھ سن ہی نہ رہا ہو۔ عمران نے اُسے متوجہ کر کے کہا "اپنا نام بتاؤ"!

„سوڈابائی کا رب ۔" اُس نے جواب دیا تھا۔ اور سر سلطان حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگے تھے۔

„یہی نام بتا رہا ہے ۔" عمران سر ہلا کر بولا۔ پھر اُس نے دوسرا سوال کیا „تمہارے باپ کا کیا نام ہے ۔"!

„میں نہیں جانتا ۔"!

„کہاں رہتے ہو ۔"؟

„یہیں رہتا ہوں ۔"!

„جس کے ساتھ تم نے برقعے میں سفر کیا تھا وہ کون ہے ۔"!

„مسٹر اسد اللہ! مجھے اپنی بیوی بنا کر لایا تھا ۔"!

„تم نے اس پر احتجاج نہیں کیا تھا ۔"!

„احتجاج کیوں کرتا ۔"؟

„یعنی اگر کوئی تمہیں اپنی بیوی بنا لے تو تم احتجاج بھی نہیں کرو گے ۔"!

„کیا ضرورت ہے ۔"! اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

„اس سے پہلے تم کہاں تھے ۔"؟

„یہیں تھا ۔"!

„تم ہم سے مختلف کیوں ہو ۔۔۔"!

„اللہ کی مرضی ۔"!

„ماشاء اللہ"! عمران خوش ہو کر بولا۔۔۔ اور سر سلطان اُسے گھور کر رہ گئے۔

„کیا یہ سچی بات نہیں بتائے گا"! سر سلطان نے تھوڑی دیر بعد عمران سے پوچھا تھا۔

„سچی ہی بات کر رہا ہے ۔"!

„کیا مطلب ۔"؟

„سوڈابائی کا رب کے علاوہ اپنا اور کوئی نام اسے یاد نہیں۔ برین واشنگ کا کیس ہے ۔"!

„ضروری نہیں ۔"!

„ہر قسم کے جذبے سے بھی عاری ہے! میں ثابت کر سکتا ہوں ۔"!

سر سلطان کی بے یقینی رفع کرنے کیلئے عمران اُس آدمی کو اُسی کمرے میں لایا تھا جہاں الیشور سنگھ نے اعترافات کئے تھے ۔!

سر سلطان بھی ساتھ آئے تھے۔ عمران نے ٹی وی کا سوئچ آن کیا۔ اسکرین پر اُسی کمرے کی تصویر اُبھری جس کے فرش پر کئی اژدھے رینگ رہے تھے۔۔!

„تم دیکھ رہے ہو نا ۔" عمران نے اُس آدمی سے پوچھا۔

„ہاں! میں دیکھ رہا ہوں ۔"!

„یہ اسی عمارت کا ایک کمرہ ہے۔۔۔ اور یہ اژدھے کئی دن سے بھوکے ہیں ۔"!

وہ کچھ نہ بولا۔۔۔ عمران نے کہا „اگر کوئی اس کمرے میں داخل ہو جائے تو یہ اُسکا گوشت نوچ کھائیں گے ۔"!

وہ اب بھی خاموش ہی رہا۔ اور اُس کی آنکھیں ہر چند کہ ٹی۔ وی کی اسکرین ہی پر لگی ہوئی تھیں لیکن اُن سے لاتعلقی ظاہر ہو رہی تھی۔۔ کسی جذبے کا دُور دُور تک پتا نہیں تھا ۔!

„تم سچ نہیں بول رہے اس لئے تمہیں اس کمرے میں بند کر دیا جائیگا ۔"! عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

„بند کر دیا جائے ۔"! اُس نے لاپرواہی سے کہا۔

„وہ تمہارا گوشت کھا جائیں گے اور وہاں صرف ہڈیوں کا پنجر پڑا رہ جائیگا ۔"!

„پڑا رہ جائے ۔"! اُس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

عمران نے سر سلطان کی طرف دیکھا تھا۔ اور وہ صرف سر کو جنبش دیکر رہ گئے تھے!

پھر اُس آدمی کو اُسی کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا جہاں اُسے رکھا جانا تھا۔

„تم آخر کیا کہنا چاہتے ہو ۔"! سر سلطان نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

„مقصد جناب! یہ انسانی کارنامہ ہے۔ اِس لئے مقصد ضرور رکھتا ہوگا۔"!

„انسانی کارنامہ۔"!

„تو پھر کیا یہ کوئی نئی نسل دریافت ہوئی ہے۔"!

„خدا جانے۔"!

„اگر اِس نوعیّت کا اختتام اُسی لاش پر ہوگیا ہوتو میں سمجھتا کہ ممکن ہے کہ وہ کسی بڑے سمندری صدف سے برآمد ہوا ہو۔۔ لیکن یہ دوسرا زندہ آدمی جسے اتنی رازداری سے کہیں لے جایا جارہا تھا۔ انسانی کاوشوں کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔"

„مگر یہ دھاریاں۔۔۔"!

„اس سائنسی دَور میں ناممکن نہیں ہے۔"!

„چلو تسلیم۔"! وہ طویل سانس لے کر بولے „لیکن مقصد؟"۔۔

„دیکھنا پڑے گا۔"!

„نہ ایشور سنگھ اس پر روشنی ڈال سکا ہے! اور نہ وہ دھاری دار آدمی۔"

„یہ تو آپ نے دیکھ ہی لیا کہ وہ جذبات سے عاری ہے۔ صرف احکامات کی تعمیل کرتا ہے۔ اسی بنا پر ایشور سنگھ اُسے روبوٹ سمجھا تھا۔"!

„اچھا پھر۔"!

„اسی نکتے کے آس پاس ہی کہیں مقصد بھی پوشیدہ ہوگا۔"!

„کیا اِس آدمی کی دریافت کو پوشیدہ رکھو گے۔"!

„صرف اسی حد تک کہ وہ دھاریدار آدمی ہے۔"!

„میں نہیں سمجھا۔"!

„بغیر دھاریوں کی ایک تصویر بنوائی ہے۔ اُسے تلاش گمشدہ کے اشتہار کے طور پر اخبارات میں شائع کرانے جارہا ہوں۔"!

„اچھا خیال ہے۔۔۔ کم از کم یہ تو معلوم ہی ہوسکے گا کہ وہ ہے کون۔"؟

„جس طرح وانگ لین۔۔۔" عمران جملہ پُورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔

„وانگ لین کا نام مت لو شناخت حتمی نہیں ہے! ہوسکتا ہے وہ محض ہمشکل ہو وانگ لین کا۔"!

„یہاں مسئلہ وانگ لین کا نہیں ہے۔ وانگ لین ہو یا نہ ہو! بات دراصل یہ ہے کہ لاش کا جائزہ دھاریوں کو مدِنظر رکھ کر لیا گیا ہے۔ یہ قطعی نہیں دیکھا گیا کہ موت کس طرح واقع ہوئی۔ اور یہ دیکھنا بہت ضروری تھا۔ رہی حتمی شناخت کی بات تو وہ بھی ناممکن نہیں۔۔۔ سفارت خانے سے اُس کے فنگر پرنٹس منگوا لیجئے! حتمی شناخت ہو جائے گی۔"!

„یہ ضرور ہونا چاہئے۔"!

„اُس سے بھی زیادہ ضروری موت کا سبب معلوم ہونا ہے۔"!

سر سلطان تھوڑی دیر بعد واپس چلے گئے تھے۔۔۔ پھر تین گھنٹے کے اندر اندر عمران نے وانگ لین کی موت کا سبب معلوم کرلیا تھا۔ اُس نے سر سلطان سے فون پر دوبارہ رابطہ قائم کیا اور بولا „موت کا سبب زہر ہے! کسی خارجی ذریعے سے جسم میں داخل ہوا۔ داہنے پیر کے انگوٹھے میں پائے جانے والے نشانات کی بنا پر ایکسپرٹ نے موت کا سبب سانپ سے ڈسا جانا قرار دیا ہے۔"!

„سفارت خانے سے اطلاع ملی ہے کہ وانگ لین کے ریکارڈ کے فائل سے فنگر پرنٹس کا کارڈ غائب ہے۔"! سر سلطان نے اُسے اطلاع دی۔۔۔

„اس طرح حتمی شناخت بھی مشکل بنادی گئی ہے۔" عمران طویل سانس لیکر بولا

„حالانکہ توجہ خود سفارت خانے ہی نے دلائی تھی۔۔"!

„میکو نو اور میتو اشی زیرِ نگرانی ہیں۔"! عمران بولا۔

„یہ چکر سمجھ میں نہیں آیا۔۔۔"؟

„فکر نہ کیجئے۔ اِس سفارت خانے کے بعض افراد پہلے ہی سے میری

نظر میں رہے ہیں ۔۔۔"!

"اور کوئی خاص بات ۔۔۔"!

"جی نہیں ۔۔۔" کہکر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

پھر اُس نے صفدر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ لیکن وہاں سے جواب نہ ملا۔ ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی بجی ۔۔۔!

دوسری طرف لیفٹیننٹ چوہان تھا۔۔ اُس نے اطلاع دی کہ جولیا کی نگرانی بدستور جاری ہے! نگرانی کرنے والا وہ آدمی نہیں ہے جس نے پچھلے دن میتو ہاشی کی گاڑی سے برآمد ہو کر نگرانی کا آغاز کیا تھا اور پھر داراب ہاؤز چلا گیا تھا۔۔!

"تو اب تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ اس کی واپسی بھی داراب ہاؤز ہی میں ہوتی ہے یا نہیں۔ اور جولیا سے کہو کہ وہ صرف اپنے بنگلے ہی تک محدود رہے ۔۔۔ باہر بھی نکلے ۔۔۔"! عمران نے کہا۔

"بہت بہتر ۔۔۔"!

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھدیا۔

کیپٹن فیاض کی بُری حالت تھی حُلیہ ہی بدل کر رہ گیا تھا۔ دِن بھر سارا وان کے جنگلوں کے مختلف حِصّوں میں مارا مارا پھرتا اور شام کو ایک ہیلی کوپٹر کے ذریعے سردار گڈھ واپس آجاتا۔۔۔۔ ارشد کے علاوہ سارے ساتھی اپنی راہ لگے تھے۔ اُس نے تو ارشد سے بھی کہا تھا کہ وہ بھی اپنا کام دیکھے لیکن ارشد اس پر تیار نہیں ہوا تھا۔ خان صاحب کی بازیابی سے قبل فیاض کا

ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ بہرحال دونوں ہی شام کو سردار گڈھ واپس آجاتے تھے۔ اور رات بسر کر کے پھر سارا وان کی طرف نکل جاتے ۔۔۔

سارا وان کے جنگل سردار گڈھ سے بیس میل کے فاصلے پر شمال مشرق میں پھیلے ہوئے تھے۔ فیاض کے ماتحتوں کا قیام شکاریوں کے کیمپ ہی میں رہتا تھا۔ اور خان صاحب کی تلاش کے سلسلے میں اُن کی تگ و دو بھی جاری تھی۔

ایک صبح فیاض کو ارشد نے جگایا۔ حالانکہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ فیاض اُسکی اِس حرکت پر جھنجھلا گیا تھا۔ لیکن اُسکی آواز کی تھرتھراہٹ نے اُس تاثر کو فوراً ہی ختم کر دیا۔ کوئی خاص ہی بات معلوم ہوتی تھی۔

اور پھر وہ خاص بات دُوسرے ہی لمحے میں سامنے آگئی۔ ارشد نے تازہ اخبار اُسے تھما دیا۔ پہلے ہی صفحے پر وہ خاص بات موجود تھی۔

"ہر چند کہ کیمرہ فوٹو نہیں ہے! لیکن کیا یہ خان صاحب نہیں ہیں"! ارشد نے کہا۔

"من و عن وہی ہیں! کسی نے لائٹ اینڈ شیڈ میں بہت ہی عمدہ تصویر بنائی ہے ۔۔۔"! فیاض نے کہا تھا اور تصویر سے متعلق اشتہار کی عبارت پڑھنے لگا تھا۔ کسی عبدالمنان نے صاحبِ تصویر کا نام لئے بغیر پبلک سے اپیل کی تھی کہ اگر اُس کا پتا کسی کو معلوم ہو تو عبدالمنان کو مطلع کرے یا اپنے قریبی تھانے سے رجوع کرے۔ پتا بتانے والے کو معقول انعام دیا جائیگا۔ لیکن اِس "عبدالمنان" نے اپنا پتا تحریر نہیں کیا تھا۔

"کیا یہ ایک عجیب و غریب اشتہار نہیں ہے"! ارشد نے کہا۔

فیاض کچھ نہ بولا۔ اُس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اگر معاملہ کسی عبدالمنان کا نہ ہوتا تو اُسے ہرگز غصہ نہ آتا۔

"خدا کی پناہ ۔۔۔" دفعتہً ارشد اُچھل پڑا۔

"کیا بات ہے ۔۔۔"!

"کہیں یہ خان صاحب ہی کی حرکت نہ ہو! خواہ مخواہ سنسنی پھیلانا چاہتے ہوں۔ ورنہ اشتہار میں عبدالمنان کا پتا کیوں موجود نہیں ہے۔"!

"اسی لئے کہ عبدالمنان کی بجائے واقف حال اپنے قریبی تھانے سے رجوع کرے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"!

"تم نہیں سمجھ سکو گے۔"!

ارشد اُس کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ اور فیاض نے جھپٹ کر فون کا ریسیور اٹھایا تھا۔ ایکسچینج سے رابطہ قائم کرکے طویل فاصلے کی کال بک کرائی تھی اور اپنے محکمے کے حوالے سے ترجیحی سلوک کا مطالبہ کیا تھا۔ دو منٹ کے اندر اندر ہی لائن مل گئی تھی اور اس نے آپریٹر کو عمران کے فلیٹ کے نمبر دوبارہ بتائے تھے۔

"ہیلو۔۔۔"! دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کون۔۔۔ عمران۔۔۔"!

"ہاں۔۔۔ عمران!۔۔۔ کون ہے۔۔۔"؟

"فیاض۔۔۔ سردار گڈھ سے۔۔۔ تم نے وہ تصویر کیوں شائع کرائی ہے۔"؟

"تم سے مطلب۔۔۔"! دوسری طرف سے آواز آئی۔

"مطلب نہ ہوتا تو کال کیوں کرتا۔۔۔"!

"کیا وہی ہے۔۔۔"؟

"بالکل وہی۔۔۔ لیکن اس میں کونسی عقلمندی پوشیدہ ہے کیا میں فوٹوگراف نہیں شائع کرا سکتا تھا۔"!

"کرا سکتے تھے لیکن تم سے یہ عقلمندی سرزد نہ ہو سکی۔۔۔"!

"کیا وہ شہر میں گم ہوا تھا کہ اس کی ضرورت پیش آتی۔۔۔ لیکن آخر اس کا مقصد کیا ہے۔۔۔ تم نے آرٹسٹ سے تصویر کیوں بنوائی فوٹوگراف دے سکتے تھے۔"!

"چلو اچھا ہوا کہ تم نے یہ کال کرلی۔ واپس آجاؤ۔ وہاں جھک نہ مارو۔۔۔"!

"کیا مطلب۔۔۔"!

"واپس آجاؤ۔۔۔"!

"جب تک پوری بات نہ معلوم ہو جائے واپس آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز آئی تھی اور فیاض چیختا ہی رہ گیا تھا۔

"اُدھر سے ڈس کنکٹ کر دیا گیا ہے۔"! آپریٹر کی آواز آئی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔" فیاض نے کہا اور خود بھی ریسیور رکھ دیا۔

"کون تھا۔ کس سے بات ہوئی تھی۔۔۔" ارشد نے پوچھا۔!

"ہے ایک دیوانہ۔۔۔"!

"کیا کہہ رہا تھا۔۔۔ اور تصویر اُس نے کیوں شائع کرائی ہے۔"!

"میرا خیال ہے کہ اُس نے صرف مجھے متوجہ کرنے کیلئے ایسا کیا ہے۔۔ شائد اُسے خان صاحب کا سُراغ مل گیا ہے۔۔۔"!

"لیکن یہ تصویر۔۔۔ آرٹسٹ کی بنائی ہوئی تصویر کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"!

"مجھے سوچنے دو۔۔۔"! فیاض سر پکڑ کر بیٹھ گیا! اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ بڑبڑایا "لیکن وہ خان صاحب سے واقف تو نہیں تھا! اگر اُسے اُن کا سُراغ مل گیا ہے تو تصویر شائع کرانے اور پھر فوٹوگراف کیوں نہیں۔ اُوہ میرے خدا۔۔۔ کہیں خان صاحب کی لاش تو نہیں ملی۔ محض شناخت کرنے کے لیے اُس نے لاش کو دیکھ کر زندہ آدمی کی تصویر کسی آرٹسٹ سے بنوائی ہو۔"

"کیا وہ آپ ہی کے محکمے کا کوئی آدمی ہے"؟ ارشد نے سوال کیا تھا! لیکن اُسے اس کا جواب نہ مل سکا۔!

یہ دونوں سردار گڈھ کے سب سے بڑے ہوٹل انٹرنیشنل میں مقیم تھے! دن بھر جنگل کی خاک چھانتے اور شام کو واپس آکر اس بُری طرح ڈھیر ہوتے کہ رات

کے کھانے کی بھی سُدھ بُدھ نہ رہتی اور پھر دُوسری صبح نئے سرے سے خاں صاحب کی تلاش کا آغاز ہوتا —!

لیکن آج عمران سے فون پر گفتگو کے بعد سے فیاض نے ہمت ہار دی تھی اور اُسے عمران پر بے تحاشا غصہ بھی آ رہا تھا۔ اگر اُس نے پوری بات بتا دی ہوتی تو ذہن سے وہ بوجھ ہٹ جاتا جس نے کئی دنوں سے اُسکی زندگی تلخ کر رکھی تھی۔

„تو پھر اب کیا ارادہ ہے —" ارشد نے پوچھا۔

„آج آرام کریں گے —" فیاض بھنّا کر بولا۔

„میں نے پوچھا تھا کیا وہ تصویر آپ کے محکمے کی طرف سے شائع کرائی گئی تھی —"!

„یہی سمجھ لو —"!

„تو پھر لاش کی شناخت ہو چکی ہو گی! شہر میں خاں صاحب کے سینکڑوں واقف ہوں گے"!

„ہو سکتا ہے —" فیاض نے بیزاری سے کہا۔

„اُس کال کے بعد سے آپ میں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں کپتان صاحب —"!

„بات پُوری نہیں ہو سکی تھی اِس لئے —" فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا „کسی وجہ سے لائن ڈیڈ ہو گئی —"!

„دوبارہ آزمائیے — یہ تو بہت ضروری بات تھی —"!

„یار ختم کرو — میں تو حقِ دوستی ادا کر رہا تھا۔ ورنہ یہ کام تو صرف میرے ماتحت بھی کر سکتے تھے —"!

„تصویر کا معمّہ مجھے مسلسل پریشان رکھے گا۔ "!

„میرا خیال ہے کہ خاں صاحب کی لاش ہی ملی ہے —"!

„لیکن کہاں۔ وہ تو جنگل ہی میں گم ہوئے تھے ... اگر جنگل میں لاش ملتی تو پہلے ہمیں خبر ہوتی۔ براہِ راست آپ کے ہیڈ کوارٹر تک بات کیسے جا پہنچی —"!

„اچھا۔ بس! اب مجھے سوچنے دو —"!

ارشد اُس کے کمرے سے چلا گیا تھا اور فیاض نے باتھ روم کی راہ لی تھی۔ اور ابھی باتھ روم ہی میں تھا کہ فون کی گھنٹی بجنی شروع ہو گئی۔

„جہنم میں جاؤ —" کہہ کر وہ پھر دانتوں پر برش کرنے لگا۔ گھنٹی بجتی رہی آخر جھنجھلا کر کمرے میں آیا تھا اور ریسیور اُٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا تھا۔ „ہیلو"!

„ناراضگی کی وجہ —" دوسری طرف سے آواز آئی۔

„کون ہے —"؟

„ایک ہمدرد —"!

„مقصد بیان کرو —"!

„تم نے اخبارات میں وہ تصویر دیکھی —"؟

„تم آخر ہو کون —"؟

„بتا چکا ہوں کہ ایک ہمدرد تم سے مخاطب ہے —"!

„کیا تم مجھے جانتے ہو —"؟

„اچھی طرح — اور یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میری مدد کے بغیر تم اپنے ساتھی کو تلاش نہیں کر سکو گے —"!

„اِس حد تک ہمدرد ہو تو فون کال کی بجائے تمہیں یہاں آنا تھا میرے پاس۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں —"!

„ملاقات کی تشہیر میرے حق میں بہتر نہ ہو گی۔ "

„اچھا تو پھر —"؟

„تم ہی مجھ تک آنے کی کوشش کرو —"!

„کس طرح اور کہاں —"؟

„مینارِ آزادی کے اُس پہلو پر مجھے موجود ملو جس طرف گنبد ہے —"!

„کس وقت —"؟

„ٹھیک گیارہ بجے —“!

„لیکن میں تمہیں پہچانوں گا کیسے —“!

„اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ خود ہی مل بیٹھوں گا —“!

„لیکن اگر وہ کوئی کام کی بات نہ ہوگی تو تمہیں میرے وقت کی بربادی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا —“!

„میں تمہارے عہدے سے واقف ہوں کپتان صاحب —“!

„اچھی بات ہے! میں وہاں گیارہ بجے ملوں گا —“!

„اور تنہا آؤ گے —“!

„یہ کیا بات ہوئی —“!

„اگر مجھے شبہ بھی ہو گیا کہ تم تنہا نہیں ہو تو ہرگز نہ ملوں گا —“!

„مطمئن رہو — میں تنہا ہی آؤں گا —“!

„یاد رکھنا ٹھیک گیارہ بجے —“!

„او کے —“! فیاض نے کہا تھا اور اُس وقت تک ریسیور کریڈل پر نہیں رکھا تھا جب تک کہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز نہیں سُن لی تھی۔

ابھی گیارہ بجنے میں دیر تھی۔ اُس نے روم سروس کو رنگ کر کے کمرے ہی میں ناشتہ طلب کیا۔

اور پھر ٹھیک گیارہ بجے وہ پبلک گارڈن میں مینارِ آزادی کے قریب دکھائی دیا تھا! اور وعدے کے مطابق تنہا ہی آیا تھا۔ ارشد کو بتایا تک نہیں تھا کہ کہاں جا رہا ہے —!

بائیں جانب تھوڑے ہی فاصلے پر ایک آدمی نظر آیا۔ جو اُسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے ایک جانب مڑ گیا۔ فیاض آہستہ آہستہ آگے بڑھا.... وہ یکساں درمیانی فاصلہ برقرار رکھ کر اُس کے پیچھے چلتا رہا۔ غالباً وہ گارڈن کے

اُس حصے کی طرف جا رہا تھا جدھر کٹہروں میں جنگلی جانور بند تھے!... وہاں پہونچنے کے لئے ایک ایسی روش سے گذرنا پڑتا تھا جس کے دونوں اطراف میں قد آدم گھنے پودوں کی قطار اختتام تک چلی گئی تھی —!

فیاض چلتا رہا... اِس روش پر اُس آدمی نے اپنی رفتار کسی قدر تیز کر دی تھی۔ پھر اچانک عقب سے کسی نے فیاض کی گردن پر ایک زوردار ضرب لگائی اور اُس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا! قدم لڑکھڑائے اور وہ اوندھے منہ روش پر جا پڑا تھا —!

پھر ہوش ہی نہیں رہا تھا کہ آگے کے احوال کا ریکارڈ رکھ سکتا —!

دوبارہ آنکھ کھلی تھی ایک آرام دہ بستر پر اور خاصی دیر تک سمجھ ہی نہیں سکا تھا کہ کس حال میں ہے! صبح ہو گئی ہے یا قیلولے کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے —!

پھر جیسے ہی نیند کے خمار سے ذہن کو چھٹکارا ملا ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا! گردن ابھی تک بُری طرح دُکھ رہی تھی — چاروں طرف نظر دوڑائی۔ بڑی پُر تکلف خوابگاہ تھی... اور اُس کی سجاوٹ کا معیار اعلیٰ ذوق کی غمازی کر رہا تھا —!

وہ مسہری سے اُتر کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اور اُسے کھول لینے کی کوشش کرنے لگا! لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر جھلا کر اُسے دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا تھا —!

پھر کمرے میں کچھ اس طرح کی آوازیں گونجی تھیں جیسے کسی مائیکروفون کو چھیڑا جا رہا ہو۔ فیاض چونک کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

„کیوں وقت ضائع کر رہے ہو کیپٹن فیاض —“ کسی کی آواز آئی۔

„تم کون ہو۔ سامنے آکر بات کرو —“ فیاض اپنی دُکھتی ہوئی گردن ٹٹول کر دھاڑا۔

„سامنے آئے بغیر ہی دو دو باتیں ہو سکتی ہیں —“!

„تم نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا“!

„تھیٹریکل انداز میں مکالمے بولنے کی ضرورت نہیں کیپٹن فیاض کام کی بات کرو —“

"کیا بکواس ہے۔"!

"کیپٹن فیاض! اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔۔۔ ورنہ دوبارہ آسمان نہ دیکھ سکو گے۔"!

پھر فیاض کو جیسے ہوش آگیا تھا۔۔۔ خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ وہ چپ چپاتے مارا بھی جا سکتا تھا۔ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوتی۔ اُس اجنبی سے ملاقات کی تجویز کا ذکر اُس نے ارشد تک سے نہیں کیا تھا۔ اور اُس کے ماتحت تو ساراوان ہی تک محدود رہتے تھے۔ لہٰذا عقلمندی کا تقاضہ یہی تھا کہ جوش میں آنے کی بجائے حکمتِ عملی سے کام لیا جاتا۔

"آخر تم چاہتے کیا ہو۔۔"؟ اُس نے بالآخر پوچھا۔

"صرف یہ معلوم کرنا کہ تم نے آج صبح طویل فاصلے کی فون کال کیسے کی تھی۔"؟

فیاض سناٹے میں آگیا۔ لیکن اُس کا ذہن پٹڑی سے نہ ہٹ سکا۔ فوراً خیال آیا کہ مخاطب کی معلومات کا ذریعہ ٹیلیفون ایکسچینج نہیں ہو سکتا ورنہ اِس پوچھ گچھ کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔۔"!

"جواب دو۔ تم کیا سوچنے لگے۔"!

"اگر تم اس حد تک جانتے ہو تو یہ معلوم کر لینا کہ کال کیسے کی گئی تھی کیا مشکل ہے۔"!

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔"!

"میں نے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ قائم کیا تھا اُس تصویر کے سلسلے میں۔"!

"تصویر کس نے شائع کرائی ہے۔"؟

"میرے محکمے کی طرف سے شائع ہوئی ہے! میرے ایک ایسے دوست کی تصویر ہے جو ساراوان کے جنگل میں کھو گیا تھا۔ میرے محکمے کے لوگ میرے اُس دوست کے صورت آشنا نہیں معلوم ہوتے ورنہ تصویر شائع کرانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔"!

"فوٹو گراف کی بجائے ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر کیوں شائع کرائی گئی ہے۔"؟

"اس کا جواب تو وہی دے سکے گا جس کی تجویز پر ایسا ہوا ہے۔"!

"کیا تم نے باضابطہ طور پر اپنے گمشدہ دوست کا فوٹو گراف محکمے کی تحویل میں نہیں دیا تھا۔"!

"اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ میں خود ہی اُسے تلاش کر رہا تھا۔ اور پھر وہ شہر میں تو گم ہوا نہیں تھا کہ تشہیر کی ضرورت پیش آتی۔"!

"تو پھر اس کی تصویر کی اشاعت کا کیا مقصد ہے۔۔"؟

"میں نہیں سمجھ سکتا! فون پر مجھے کچھ نہیں بتایا گیا۔ البتہ واپسی کا مشورہ دیا گیا تھا"!

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہارا دوست مل گیا ہے۔۔"!

"میرا خیال ہے زندہ نہیں ملا۔ ورنہ۔۔۔۔"!

"رُک کیوں گئے کیپٹن۔ بات پوری کرو۔"!

"زندہ ملا ہوتا تو تصویر شائع کرانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ وہ خود ہی بتا دیتا کہ وہ کون ہے۔ اور اُس صورت میں تصویر بھی ہاتھ کی بنائی ہوئی نہ ہوتی۔۔"!

"دلیل معقول ہے۔"!

"لیکن تمہارا یہ طریقِ کار کچھ اچھا نہیں۔۔۔" فیاض نے ناخوشگوار لہجے میں کہا "آخر تمہیں اُس تصویر یا میرے دوست سے اتنی دلچسپی کیوں ہے۔۔"؟

"اس لئے کیپٹن فیاض کہ اُس پر ہماری کثیر رقم خرچ ہوئی ہے۔۔"!

"میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔۔"؟

"اُس کی واپسی ضروری ہے۔ میں تمہیں وارننگ دیتا ہوں۔ ورنہ یہاں ایسی ی پھیلے گی کہ تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔۔"!

"یہ باتیں تو تم مجھ سے فون پر بھی کر سکتے تھے۔ یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔"!

"یہاں تم اس لئے لائے گئے ہو کہ تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو جائے اور تم کوشش کے اپنے دوست کو ہمارے حوالے کر دو۔"

"آخر اُس بیچارے کا قصور کیا ہے۔۔"؟

"غیر ضروری باتوں میں مت پڑو۔ تمہیں جلد ہی آزاد کر دیا جائے گا!... اور تم ہماری قوت بھی دیکھ لو گے۔"!

فیاض کچھ نہ بولا۔ دفعتاً اُسے کھانسی آنے لگی تھی۔ بوکھلا کر مڑا۔ دیوار کے ایک رخنے سے سفید رنگ کا کثیف دھواں خارج ہوتا نظر آیا... سر چکرانے لگا تھا...! اور کھانسیاں تھیں کہ رکنے کا نام ہی نہ لیتی تھیں... اور پھر وہ دوبارہ بیہوش ہو گیا تھا۔!

"مسئلہ اُلجھ گیا ہے۔"! سر سلطان نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔

"سفارت خانہ وانگ لین کی لاش کا مطالبہ کر رہا ہے۔"!

"خواہ۔ مخواہ...۔" عمران ہاتھ نچا کر بولا۔

"مُنہ بنانے اور ہاتھ نچانے سے کام نہیں چلے گا۔"! سر سلطان جھنجھلا کر بولے تھے۔

"ارے جناب! یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی اُسے وانگ لین کی لاش تسلیم کر لیں اور اگر وہ تسلیم کرانا ہی چاہتے ہیں تو اُس کے فنگر پرنٹس پیش کریں۔"!

"وہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ فنگر پرنٹس فائل میں موجود نہیں ہیں۔"!

"اُن کے اپنے ملک میں تو موجود رہی ہوں گے کہیں نہ کہیں! بہر حال فنگر پرنٹس کے موازنے کے بغیر وہ قانوناً بھی ہم سے لاش کا مطالبہ نہیں کر سکتے! آپ اِسی بات پر اَڑے رہیے۔"!

"فائدہ کیا ہو گا۔"؟

"ہمیں فائدہ ہو یا نہ ہو... لیکن اُنھیں بھی فائدہ اُٹھانے نہیں دیا جائے گا۔"!

"اُنھیں کیا فائدہ ہو گا۔"؟

"کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہو گا تبھی فنگر پرنٹس غائب ہو گئے ہیں۔"!

"کھل کر بات کرو۔"!

"فنگر پرنٹس دینے میں پہلو تہی کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں...۔"!

"کیا اچھی طرح جانتے ہیں"! سر سلطان مضطربانہ انداز میں بولے۔

"یہی کہ وہ وانگ لین کی لاش نہیں ہے۔"!

"کیوں دماغ خراب ہوا ہے۔"!

"یقین کیجیے۔"!

"آخر کس بنا پر کہہ رہے ہو۔"؟

"کتنی بار عرض کروں کہ فنگر پرنٹس۔"!

"ممکن ہے۔ وہ کسی طرح ضائع ہو گئے ہوں...۔"!

"لیکن آپ بہر حال فراہم کر سکیں گے۔"!

"وانگ لین وہاں کا پیدائشی شہری نہیں ہے جہاں کے سفارت خانے میں کام کرتا تھا۔ اُس کی ماں جاپانی تھی اور باپ چینی! ہانگ کانگ میں پیدا ہوا تھا!... جوانی کا زمانہ ہانگ کانگ ہی میں گزرا تھا۔ پھر دوسری جنگ میں اُس نے جاپانیوں کے لئے اتحادیوں کی جاسوسی کرنی شروع کی۔ ہانگ کانگ سے فرار نہ ہو جاتا تو اُسے گولی مار دی جاتی... اگر آپ چاہیں تو اُس کے فنگر پرنٹس ہانگ کانگ سے منگوا سکتے ہیں۔"!

"اوہ۔ تو یہ بات ہے...۔"!

"جی ہاں۔"!

"لیکن مقصد کیا ہو سکتا ہے۔"!

„یہی تو دیکھنا ہے کہ سفارت خانہ دیدہ و دانستہ ہم سے ایک غلط بات کیوں تسلیم کرانا چاہتا ہے۔"!

„اچھی بات ہے! میں سفارتی ذرائع سے اُس کے فنگر پرنٹس ہانگ کانگ سے منگوانے کی کوشش کروں گا۔۔۔"!

„میں اُس کے بارے میں مزید تفصیلات لکھوا کر آپ کو دیدوں گا۔ بڑی آسانی سے آپ یہ کام کرا سکیں گے۔۔"!

„ایشور سنگھ کا کیا رہا۔"!

„ہونا کیا تھا! محض اُس کے بیان کی بنا پر ہم یہ ثابت نہیں کر سکیں گے کہ وہ کاسموفنگ کمپنی کا ملازم ہے۔ کیونکہ وہاں اُس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے کسی نے تسلیم ہی نہیں کیا کہ وہ ایشور سنگھ نامی کسی آدمی کو جانتا ہے۔ کمپنی سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کو اُسکی تصویر بھی دکھائی گئی تھی۔۔"!

„تمہارا کیا خیال ہے اُس کے بیان کے متعلق۔"!

„اُس نے جھوٹا بیان نہیں دیا جناب! اور یہ حقیقت ہے کہ اُس نے اپنی دانست میں کوئی غیر قانونی حرکت نہیں کی۔ وہ دھاردار آدمی ہی لگتا ہے"!

„ارے ہاں۔" سر سلطان چونک کر بولے۔ „اُس اشتہار کا کیا رہا۔ جو تم نے شائع کرایا تھا۔"!

„فوری ری ایکشن جناب! سب سے پہلے کیپٹن فیاض کی کال آئی تھی سردار گڑھ سے۔ اُس نے اُسے اپنے گمشدہ دوست کی حیثیت سے شناخت کر لیا ہے۔"! اُس کے بعد کئی تھانوں میں مختلف لوگوں نے تصویر کی شناخت کی ہے۔"!

„آخر ہے کون۔"؟

„ایک مقامی لینڈ لارڈ فتح محمد خاں۔۔ شہر میں کئی بڑی بڑی عمارتوں کا مالک ہے! تنہا ہے۔ کوئی ایسا قریبی عزیز نہیں ہے جو ساتھ رہ سکے۔ رہائشی عمارت

میں دو ملازم اُس کے ساتھ رہتے ہیں۔ میں نے وہاں سے فنگر پرنٹس حاصل کئے ہیں۔ جو اس آدمی کے فنگر پرنٹس سے مطابقت رکھتے ہیں۔ محض فیاض کے شناخت کر لینے پر مطمئن نہیں ہو گیا تھا۔! اچھا اب اجازت دیجئے۔"!

„ٹھہرو۔"! سر سلطان ہاتھ اُٹھا کر بولے اور عمران اُٹھتے اُٹھتے رُک گیا۔!

„وارابادرز والوں کا کیا رہا۔"!

„فی الحال انھیں چھیڑنا نہیں چاہتا! کاسمونیگ والوں کو ہی چھیڑ کر پچھتایا ہوں اب یہ لوگ بہت زیادہ محتاط ہو جائیں گے۔"!

„کیا خیال ہے تمہارا۔۔۔ وہ لوگ ساراوان کے جنگل کے قریب شکاریوں کا کیمپ نہیں دیکھنا چاہتے۔"!

„پہلے میں یہی سمجھتا تھا! لیکن اب خیال بدل گیا ہے"!

„کیوں۔"؟

„اُس آتشزدگی کے بعد کوئی واقعہ نہیں ہوا۔ وہاں برابر شکار ہو رہا ہے اُس حیرت انگیز لاش کی دریافت نے بھی شکاریوں پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ بلکہ اب تو وہاں پہلے سے زیادہ بھیڑ ہو گئی ہے۔ اِس توقع پر کہ شائد کوئی زندہ دھاردار آدمی ہاتھ آ جائے۔ منچلوں کا خاصا اژدھام ہو گیا ہے وہاں۔"!

„پھر اُس آتشزنی کا کیا مطلب تھا۔"!

„خدا جانے۔! اگر اُسے سانپ نے نہ ڈسا ہوتا تو معاملہ مزید کچھ آگے بڑھتا۔ لیکن ٹھہریئے۔ اُس کی مُٹھی سے برآمد ہونے والی ماچس کی ڈبیا خالی تھی۔۔۔ اور شائد اسی وجہ سے وہ وہاں سے واپس چلا گیا تھا ورنہ سارے ہی کو لے استعمال کرتا۔۔۔ واپسی میں اُسے سانپ نے ڈس لیا۔"!

„کیا تم نے یہ بات مارک نہیں کی۔"!

„کونسی۔"؟ عمران انھیں غور سے دیکھتا ہوا بولا۔!

„اُسے سانپ نے ڈسا تھا اور دوسرا داراب ہاؤز میں پہونچایا جانے والا تھا جہاں سانپ کی کھالوں کا ایک تاجر رہتا ہے۔"!

„میں اس پر بھی غور کرتا رہا ہوں... اور آج میرا ارادہ ہے کہ غیر قانونی طور پر داراب ہاؤز کی سیر کروں گا۔"!

سر سلطان اُسے گھور کر رہ گئے تھے۔ کچھ بولے نہیں تھے۔ پھر عمران اُن کے بنگلے سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ رات کے آٹھ بجے تھے۔ اور موسم خاصا خوشگوار تھا اُس نے گاڑی گھر کے راستے پر ڈال دی۔ وہ ضیغم اشرف اور اُس کی نوجوان بیوی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔!

لالزار کے کمرہ نمبر گیارہ کی کہانی شروع ہونے کے بعد سے عمران اُن دونوں پر بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت محسوس کرنے لگا تھا۔ رات کو اُنھوں نے کمرہ نمبر گیارہ چھوڑا تھا اور ایشور سنگھ سے کمرہ نمبر گیارہ ہی میں ٹھہرنے کو کہا گیا تھا۔ اور پھر دوسری صبح پروفیسر ضیغم نے اُسے سردار گڈھ سے فون پر مطلع کیا تھا کہ اب وہ لالزار میں نہیں ہے! حالانکہ وہ کوئی ایسی اہم ملاقات نہیں تھی وہ تو اسے اپنے ہی طرح کا ایک مسخرہ اور اچھا وقت گذارنے کا خواہشمند سمجھا تھا۔

فلیٹ میں پہونچ کر اُس نے ٹیلیفون سنبھالا۔ اور سردار گڈھ کے لئے ڈائریکٹ ڈائیلنگ کی۔ فانوس کے فون نمبر پہلے ہی معلوم کر چکا تھا۔!

دوسری طرف سے کسی کی آواز آئی تھی۔ „فانوس"!

„جی ہاں... جی ہاں... فانوس... پپ پروفیسر صاحب"! عمران ماؤتھ پیس میں ہکلایا۔

„کون صاحب ہیں۔"!

„علی عمران ایم ایس سی ڈی ایس سی اینڈ ڈی ڈی اے۔"!

„پروفیسر صاحب تشریف نہیں رکھتے۔"!

„کب رکھیں گے۔"!

„جی۔ کیا فرمایا۔"؟

„میں نے عرض کیا تھا کہ کیا بیگم صاحبہ سے ملاقات ہو سکتی ہے۔"!

„وہ بھی نہیں ہیں۔۔۔"!

„تب پھر آپ کون ہیں۔"!

„سیکریٹری۔"! دوسری طرف سے آواز آئی۔

„کیوں مذاق کرتے ہیں جناب! سیکریٹری تو عورت ہوتی ہے۔"!

„اور آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ میں عورت ہوں۔"!

„ارے باپ رے اتنی بھاری آواز۔"!

„آپ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ میرا مذاق اُڑائیں۔"!

„مم معافی۔ چاہتا ہوں... جناب... نہیں جناب۔"!

„آپ کا نام لکھ لیا گیا ہے۔ پروفیسر کو بتا دیا جائے گا... لیکن یہ ڈی ڈی اے کونسی ڈگری ہے۔۔۔"!

„ڈگری نہیں ڈاکٹریٹ۔"! عمران نے لہجے میں فخریہ انداز پیدا کر کے کہا „ڈاکٹر آف ڈومیسٹک افیئرز۔"!

„کس یونیورسٹی سے ملی ہے! میرے لئے تو قطعی نئی چیز ہے۔"!

„ہر یونیورسٹی کے بس کا روگ نہیں ہے! صرف ہنالولو میں دستیاب ہے"!

„خدایا کیا پروفیسر کے سارے ہی جاننے والے مسخرے ہیں۔"!

„میں پوچھ رہا تھا کہ پروفیسر صاحب کہاں تشریف لے گئے ہیں۔"!

„سردار گڈھ سے باہر کہیں گئے ہیں۔ مجھے بھی بتا کر نہیں جاتے۔ حالانکہ میں سیکریٹری ہوں۔"!

„پتا نہیں دیکھنے میں کیسی ہیں آپ۔"!

"اے مسٹر بکواس نہیں ---!"

"جی بہت بہتر --" کہتے ہوئے عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر اس نے جھنجھلا کر [illegible] اپنی کھوپڑی سہلائی تھی [illegible] اور سلیمان کو آوازیں دینے لگا تھا۔ وہ آیا اور اس انداز میں کھڑا ہو گیا جیسے کچھ سنتے ہی جھپٹ پڑے گا۔

"کیا ہوا نکلے گا ---!"

"وہ تو ہوتا ہی رہے گا آپ گٹر کی خبر سنئیے؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"وہ دن سے ابل رہا ہے... آج گنگو منڈی کے محکمہ موسمیات نے پیشگوئی کی ہے کہ بارہ بجے رات کو [illegible] کارپوریشن بن جائیں گے۔"

"اب گٹر کے سلسلے میں اتنی ادبی گفتگو ہی!" عمران حیرت سے بولا۔

"میں تو اب پاگل ہو جاؤں گا"

"اسی میں عافیت ہے -- ضرور ہو جا!"

"[illegible] جمعدار صاحب گٹر میں بانس چلانے کے مبلغ چھ روپے طلب فرما رہے ہیں فی فلیٹ ---!"

"تجھ سے بھی طلب کئے تھے؟" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"نہیں... میں نے [illegible] ہے۔"

"آزاد ہے -- کارپوریشن [illegible] کی تنخواہ دیتی ہے؟"

"دیتی ہو گی... لیکن بارہ بجے رات کو [illegible]"

"[illegible] نکلنے کی بات کر رہے۔"

"ٹھیک ہو گیا ہے... لیکن اس کے لئے مجھے پڑوسی کا بل آپ کی جیب سے ادا کرنا پڑا ہے... اور اگلے سال کیلئے بھی تاکید کر دی ہے کہ دونوں پڑوس کے

پڑوسیوں کے بل ہمیں ہی [illegible]"

"ابے دماغ تو نہیں خراب ہو گیا!" عمران غرّا کر بولا [illegible]

"کیا کروں اللہ! مجھے [illegible] آپ نے پیچھا ہی [illegible]"

"خدا تجھے جزائے خیر دے ---!" عمران ٹھنڈی سانس لیکر بولا [illegible]

"اتنے زور سے ---!" عمران کلیجہ پکڑ کر بولا "رحم کر مجھ پر [illegible] قلب کا مریض ہوں [illegible]"

"میں کبھی [illegible]"

[illegible]

بات کچھ اور بڑھتی لیکن فون کی گھنٹی بجی تھی اور عمران نے ریسیور اٹھا لیا تھا دوسری طرف سے [illegible] کی آواز آئی تھی [illegible] چار آدمی [illegible]

"ایک ایک کر کے چاروں کو پکڑو اور ہیڈ کوارٹر پہنچا دو [illegible]"

"صدیقی تو کہیں باہر سے آیا ہے ---!"

"سردار گڑھ میں الشور سنگھ سے متعلق تفتیش کی تھی اس نے میرا خیال ہے کہ وہ چاروں وہیں سے اُسکے پیچھے آئے ہوں گے ---!"

"تعاقب کا احساس ہوتے ہی وہ صرف اپنے بنگلے تک محدود ہو گیا تھا۔ اور مجھے اطلاع دے دی تھی [illegible]"

"[illegible] ان چاروں کو خاور کے حوالے کر دو اور تم ٹھیک گیارہ بجے [illegible] کے سامنے والے [illegible] پر مجھے ملو [illegible]"

"بہت بہتر [illegible]"

”شب روی کا لباس تمہارے ساتھ ہونا چاہیے۔“!

”میں سمجھ گیا۔ اچھی بات ہے۔“!

عمران ریسیور کریڈل پر رکھ کر سلیمان کی طرف مڑا تھا۔!

”آپ تشریف لے جائیے... میں دعا کروں گا کہ اللہ پاک آپکو وزیر بلدیات بنا دے۔“!

”پھر وہی... پھر وہی...“! گلرخ چنچنائی ”بجائے اس کے کہ دو چار ہاتھ جھاڑ دیں...“!

”ارے ارے... پٹوانا چاہتی ہے اپنے خدائے مجازی کو...“!

”یہ تو پھانسی دلوا دے مجھے۔“! سلیمان بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

”اب دفع ہو جاؤ... زندگی محض پانی کا نلکا اور میونسپل کارپوریشن نہیں ہے...“!

”ہل بٹہ اور چولہا ہانڈی بھی ہے۔“! سلیمان سر ہلا کر بولا۔

”چل ہٹ یہاں سے...“! گلرخ اُسے دھکیلتی ہوئی کمرے سے باہر نکال لے گئی۔!

اس بار کیپٹن فیاض کی آنکھ کھلی تو محسوس ہوا جیسے فضا میں تیر رہا ہو۔ آنکھیں پھر بند کر لیں۔ اور حافظے پہ زور دینے لگا... ایک ایک کر کے ساری باتیں یاد آنے لگیں... پتا نہیں کس چکر میں پڑ گیا تھا۔ بہر حال اُس کمرے میں ہونے والی گفتگو سے تو یہی اندازہ ہوا تھا کہ خاں صاحب مرے

نہیں زندہ ہیں۔ اور یہ لوگ ان کی واپسی کے خواہاں ہیں۔ کیا وہ عمران کے ہاتھ لگے ہیں۔!

تھوڑی دیر بعد اُسے احساس ہو گیا کہ وہ کسی تیز رفتار گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا ہے...! اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کی اور اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

”کیا آپ کو ہوش آگیا ہے۔“! اگلی سیٹ سے بڑی دلکش نسوانی آواز آئی تھی...!

”ج... جی ہاں۔“! فیاض بوکھلا گیا۔!

”ابھی لیٹے رہیے۔ لیٹ جائیے۔“!

غیر ارادی طور پر فیاض پھر لیٹ گیا تھا! اور ڈرائیو کرنے والی نے کہا تھا۔ ”آپ سڑک کے کنارے بیہوش پڑے تھے! خاصی بھیڑ اکٹھا تھی آپ کے گرد... میں اُٹھا لائی ہوں... اور اب ہم پولیس اسٹیشن کی طرف جا رہے ہیں۔“!

”اس کی ضرورت نہیں محترمہ... وہ کوئی حادثہ نہیں تھا۔ مجھ پر بیہوشی کے دَورے پڑتے ہیں... آپ کا بہت بہت شکریہ۔“!

”اچھا تو پھر گھر چلتے ہیں۔ آپکو فی الحال آرام کی ضرورت ہے۔“!

فیاض کچھ نہ بولا۔ پتا نہیں اُس نے اپنے گھر کی بات کی تھی یا اُسکے گھر کی۔! اُسکی وحشت بڑھتی رہی! اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا تھا ”مجھے انٹرنیشنل میں اُتار دیجئے گا! میں وہیں مقیم ہوں۔“!

”اب تو میری کوٹھی آگئی... کچھ دیر یہاں ٹھہریے۔ پھر آپکو بھجوا دیا جائے گا۔“!

”جیسی آپکی مرضی۔“! اُس نے کہا اور سوچنے لگا! آواز تو بڑی دلکش ہے صورت

بھی [illegible] کیا مصیبت [illegible]

گاڑی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں رُکی تھی! اور اُس عورت نے نیچے اُتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا۔ فیاض کی آنکھوں میں بجلی سی چمک گئی۔ عورت کیا تھی بلا کا [illegible] تھی۔

فیاض اُٹھ بیٹھا اور آہستہ سے بولا۔ ”آپ تو شرمندہ کر رہی ہیں [illegible]“ اگر وہ [illegible] تو فیاض... مجھے کسی سفید فام نسل کی عورت سمجھتا۔!

”شرمندگی کی کیا بات ہے! آپ بیمار ہیں۔ ٹھہریے۔ میرا بازو پکڑ کر اُتریے۔“!

”اب اتنا بھی بیمار نہیں ہوں۔“ فیاض ہنس کر بولا۔

وہ اُسے نشست کے کمرے میں لائی تھی۔ اور بیٹھ جانے کے بعد بولی تھی۔ ”میں آپکو سیدھی اسپتال بھی لے جا سکتی تھی۔“!

”واقعی آپنے بڑی زحمت کی۔“!

”میری بھی ایک غرض پوشیدہ تھی بقول آپ کے اِس تکلیف اُٹھانے میں۔“!

”فرمائیے! میرے لائق کیا خدمت ہے۔“

”آپ کی کشادہ پیشانی کے بائیں گوشے پر یہ سرخ رنگ کا مسّہ میری دلچسپی کا باعث بنا ہے۔“!

”میں نہیں سمجھا۔“ فیاض مسّے کو ٹٹولتا ہوا بولا۔

”مجھے پامسٹری کا شوق ہے! اس کے سلسلے میں تقریباً ہر قوم کا لٹریچر میرے زیر مطالعہ رہا ہے۔ ایک قوم ایسی بھی ہے جو چہرہ دیکھ کر ہاتھ کا تعین پہلے ہی سے کر دیتی ہے۔“!

”میں نہیں سمجھا۔“!

”چہرے کی بناوٹ سے اندازہ کرتی ہے کہ ہاتھ کس قسم کی لکیریں اور اُبھار رکھتا ہوگا۔“!

”میرے لئے بالکل نئی بات ہے۔“!

”جنوبی امریکہ کی انکا نسل جس کی جڑیں قدیم مصر سے تعلق رکھتی تھیں اس نظریے کی بانی سمجھی جاتی ہے۔“!

”اوہو۔ اتنا وسیع ہے آپ کا مطالعہ۔“

”اب میں آپ کا ہاتھ دیکھ کر اندازہ لگاؤں گی کہ یہ نظریہ کس حد تک اپنے دعوے کی صداقت کو پہنچتا ہے۔“!

”ضرور۔ ضرور۔ بڑی خوشی سے۔“! فیاض اپنا داہنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہوا بولا۔!

”نہیں! پہلے یہ بتائیے... چائے پیجیے گا یا کافی... یا پھر کوئی سوفٹ ڈرنک۔“!

”اس کی زحمت نہ کیجیے۔“!

”ارے واہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔“!

اُس نے میز کے پائے سے لگا ہوا ایک بٹن دبایا تھا... جلد ہی ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا اور وہ فیاض کی طرف دیکھنے لگی۔!

”کافی... اگر آپ اصرار کر رہی ہیں۔“!

”کافی... اور کریم۔“! اُس نے نووارد سے کہا تھا۔ وہ کسی قدر خم ہو کر واپس چلا گیا۔!

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر فیاض کے پاس ہی بیٹھ گئی! عجیب طرح کی خوشبو اُس کے جسم سے پھوٹ رہی تھی۔ فیاض کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور بڑے انہماک سے دیکھنے لگی تھی۔!

فیاض کے جسم میں برقی لہریں سی دوڑتی رہیں۔

”بڑا سچا علم تھا انکا نسل کا۔“! وہ تھوڑی دیر بعد بولی۔ اور بڑے غور سے

فیاض کی شکل دیکھنے لگی ! فیاض گڑبڑا گیا ۔ !

"آپ لاولد ہیں ۔۔" !

"بیچ ۔۔ جی ہاں ۔۔" !

" اور آپ نے ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں دی ۔۔" !

" کوئی امکان ہی نہیں ۔۔" !

" قطعی غلط ۔۔ ہاتھ کچھ اور کہہ رہا ہے ۔۔۔" !

" میری بیوی شروع ہی سے بیمار ہے ۔۔" !

" آپ کو دُوسری شادی کرنی چاہیئے تھی ۔۔" !

" میں اُسے دُکھ نہیں دینا چاہتا ۔۔" !

" کیا یہ ضروری ہے کہ پہلی بیوی کو دُوسری شادی کا علم ہی ہوجائے ۔۔" !

"مُشکل تو نہیں ہے ! لیکن میں سرکاری ملازم ہوں ۔۔" !

" ہاں یہ دُشواری ہے ! اگر بات کُھل گئی تو ۔۔۔ آپ دُشواری میں پڑیں گے لیکن ۔۔ ٹھہریئے ۔۔۔ اُوہ ۔۔۔" !

وہ جُھک کر اُس کی ہتھیلی کو بہت غور سے دیکھنے لگی تھی ۔ پھر بایاں ہاتھ بھی پھیلانے کو کہا تھا ۔ تھوڑی دیر کے انہماک کے بعد سر اُٹھا کر کہا " آپ کسی ایسے محکمے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سب کچھ پوشیدہ رکھا جاتا ہے ! کیا میں غلط کہہ رہی ہوں ۔۔" !

" ہرگز نہیں ۔۔" فیاض مسکرا کر بولا " آپ تو مجھے متحیر کیے دے رہی ہیں ۔۔" !

" اگر آپ کو اپنی تاریخ پیدائش بھی معلوم ہو تو ۔۔۔ میں آپ کو بہت کچھ بتا سکتی ہوں ۔۔" !

فیاض نے اُسے اپنی تاریخ پیدائش بتائی تھی ۔۔۔ اُس نے میز پر سے پیڈ اُٹھایا ۔ اور کچھ لکھنے لگی ۔ تھوڑی دیر بعد سر اُٹھا کر پُرتشویش لہجے میں بولی " یہ ایک

ماہ آپ پر بہت سخت ہے ۔۔" !

" اُوہ ۔۔" فیاض ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا ۔ وہ طویل سانس لیکر پھر بولی تھی ۔ "کسی دوست کی وجہ سے پریشانی میں پڑیں گے ۔۔۔ اور دُشواریوں سے نکلنا مشکل ہوجائے گا ۔۔" !

" بچاؤ کی کوئی صورت ۔۔" !

" اس کا انحصار خود آپ پر ہوگا ۔۔ یا دوستی ترک کیجیے یا مشکل میں پڑیئے ۔۔" !

" دراصل میرا ایک دوست گم ہوگیا ہے ! مجھے اُس کی تلاش ہے ۔۔" !

" اُس کی تاریخ پیدائش بتا سکیں گے ۔۔" !

" نہیں ۔۔" !

" نام کا پہلا حرف ۔۔۔" !

" پہلا حرف "ف" ہے ۔۔" !

" لیکن اُس سے تو آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا ! حساب تو یہی بتا رہا ہے ناممکن اُس کے لئے آپ صرف پریشان ہوسکتے ہیں ۔ وہ آپ کو کسی مشکل میں نہیں ڈال سکتا ۔۔" !

" اچھا کسی ایسے دوست کے بارے میں بتایئے جس کا نام "ع" سے شروع ہوتا ہو ۔۔" !

"ٹھہریئے" وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی تھی اور پیڈ پر پھر کچھ لکھنے لگی تھی ۔ ! پھر رُک کر پوچھا ! "کیا یہ کوئی متلوّن مزاج آدمی ہے ۔۔" !

" جی ہاں ۔۔" !

" اُوہ ۔۔ ویسے دِل کا بُرا بھی نہیں معلوم ہوتا ۔۔ بس اس کی متلوّن مزاجی آپ کو لے ڈوبے گی ۔۔۔" !

فیاض کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹ آئی تھیں اور وہ بھرآئی ہوئی

آواز میں بولا تھا "میرا خیال ہے کہ یہ شخص میری پریشانی کا باعث بن چکا ہے"۔

"اور اسکا یہ مطلب ہوا کہ میرا علم ختم ہو چکا ہے"۔

"واقعی! آپ ایک باکمال فنکاروں میں ہیں"۔

"بہرحال یہ وقت آپ کیلئے ایسا ہے کہ آپکو ہر قدم احتیاط سے اُٹھانا چاہیئے"۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ! اگر اسطرح بیہوش ہو کر گر گئی تو آپ سے ملاقات بھی نہ ہوتی"!

فیاض نے کہا اور پھر اپنی پچھلی داستان من و عن دُہرانے بیٹھ گیا۔ وہ بہت غور سے سُنتی رہی تھی اور اُسکے خاموش ہوتے ہی بولی تھی! "حیرت انگیز!... تو وہ لاش آپ ہی نے دریافت کی تھی"۔

"جی ہاں.. اور مجھے شبہ ہے کہ میرے دوست پر بھی کوئی ایسی ہی افتاد پڑی ہے! ورنہ آجتک کوئی شکاری سارا وان کے جنگل میں اتنے دِنوں تک گم نہیں رہا۔ کسی نہ کسی طرح کیمپ تک پہونچ ہی جاتے ہیں۔ بھٹکے ہوئے شکاری"۔

"یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ رنگین دھاریوں والی لاش آپکے دوست ہی کی تھی"؟

"نہیں۔ اُسکی تو نہیں تھی۔ لیکن اُس جنگل کے کسی حصے میں کوئی ایسی غیر معمولی بات ضرور موجود ہے کہ وہاں پہنچکر آدمی کی ہیئت بدل جاتی ہے"۔

"محض ایک واقعے کی بنا پر ایسا نہیں کہا جا سکتا"۔

"اور ایسا کوئی آدمی ساری دُنیا میں ابھی تک دریافت ہوا ہے۔ زندہ یا مُردہ حالت میں۔ اسے تو آپ تسلیم کرینگی"!

"جی ہاں۔ ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے"۔

"یقیناً وہ کوئی معمولی ہی آدمی تھا جو غیر معمولی حالات سے دوچار ہو کر اپنی اصل رنگت کھو بیٹھا تھا"!

"اور اُس دُوسرے دوست کا کیا قصہ ہے"۔

"میرا خیال ہے کہ میرا گمشدہ دوست ہیئت تبدیل ہو جانے کے بعد غیر ارادی طور پر اُسی دوست کے ہاتھ لگا ہے"۔

"اُس دوست کی حیثیت کیا ہے"۔

"بگلا ہے"۔ فیاض برا سا منہ بنا کر بولا!

"یعنی وہ آپ کی سرکاری حیثیت کے دباؤ میں نہیں ہے"؟

"کچھ ایسی ہی بات ہے"!

"مجھے نام بتائیے... شاید میں ادھر سے کچھ معلوم کر سکوں"۔

"علی عمران"۔

اُس نے پیڈ پر پھر کچھ حساب لگایا تھا اور سر اُٹھا کر مایوسانہ انداز میں بولی تھی! "وہ آپکی مرضی کے مطابق کام نہیں کر سکتا... لیکن آخر وہ آپ کے گمشدہ دوست کا کرے گا کیا"!

"خدا ہی بہتر جانتا ہے"!

"جناب عالی! اگر آپ نے اُسکی دوستی سے ہاتھ اُٹھایا تو بڑے خسارے میں رہیں گے۔ ہو سکتا ہے اپنا عہدہ ہی کھو بیٹھیں"!

فیاض کے جسم میں ٹھنڈی ٹھنڈی سی لہریں دوڑ گئیں۔ وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھا رہا تھا۔ پھر بولا تھا "اب اجازت دیجئے"!

اِس بار اُس عورت نے اپنے ڈرائیور کو طلب کر کے کہا تھا کہ۔ "وہ کیپٹن فیاض کو انٹرنیشنل پر چھوڑ آئے"۔

فیاض کچھ ایسا بوکھلایا ہوا تھا کہ نہ تو اُس سے اُس کا نام معلوم کیا تھا اور نہ ہی اپنا بتایا تھا۔

راستے میں وہ سوچ رہا تھا کہ آخر عمران سے کس طرح نپٹا جائے۔ محکمہ خارجہ اُس کی پشت پناہی کرتا تھا... اور اب تو یہ بات کھل کر سامنے آ گئی تھی کہ اگر

اُس نے اُسکی طرف توجہ نہ دی تو کسی بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ہوٹل کی کپاؤنڈ میں گاڑی سے اُترتے وقت اُس نے ڈرائیور سے کہا تھا کہ اُسکی طرف سے اپنی مالکہ کا مزید شکریہ ادا کردے گا۔!

اپنے کمرے میں پہونچا ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ جھپٹ کر ریسیور اُٹھایا — دوسری طرف سے آواز آئی تھی "کیا خیال ہے کیپٹن فیاض۔ تم نے دیکھی ہماری طاقت"!

"پہلے بھی ایسے شیخی خورے مجرم میری نظر سے گذرے ہیں۔"!

"اچھی بات ہے۔" دوسری طرف سے آواز آئی "ریسیور میز پر رکھدو تاکہ سلسلہ منقطع نہ ہو۔ پھر ذرا اپنے کپڑے اُتار کر سینے پر نظر ڈالو — اُس کے بعد بات کرنا۔"!

"کک... کیا مطلب..."!

"جو کچھ کہہ رہا ہوں جلدی سے کر ڈالو مطلب بھی معلوم ہو جائے گا۔"!

فیاض نے ریسیور میز پر ڈال دیا۔ اور کوٹ اُتار پھینکا۔ ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرکے قمیض اُتاردی۔ اور پھر بنیان اُتارتے ہی اُس کی چیخ نکل گئی تھی۔ سینے سے ناف تک ویسی ہی رنگین دھاریاں موجود تھیں جیسی لاش پر دیکھ چکا تھا۔!

بوکھلا کر ریسیور اُٹھایا اور پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا "یہ تم نے کیا کیا۔"!

"اپنے خلاف ثبوت فراہم کیا ہے۔"!

"آخر تم چاہتے کیا ہو۔"!

"اُس کی واپسی۔"!

"لل۔ لیکن یہ دھاریاں..."!

"محض معمولی سی تنبیہ... اگر تم وعدہ کرو کہ اُس کی بازیابی کے سلسلے میں ہماری مدد کروگے تو انھیں مٹا دینے کی تدبیر تمہیں بتا دی جائے گی۔ ورنہ رفتہ رفتہ یہ دھاریاں تمہارے پورے جسم پر پھیل جائیں گی۔"!

"مم۔ میں ج... وعدہ کرتا ہوں۔"!

"تو سنو! تدبیر یہ ہے کہ جتنا تیز دوڑ سکتے ہو دوڑو۔ اُس وقت تک دوڑتے رہو جب تک بیدم ہوکر گر نہ جاؤ... دس مختلف اوقات میں یہی عمل دُہرانے پر دھاریاں غائب ہو جائیں گی... اور اُسکے بعد اگر تم اپنے وعدے پر قائم نہ رہے تو تم سمیت تمہارا سارا خاندان دھاریدار ہو جائیگا۔"!

"کیا ابھی دوڑنا شروع کردوں..." اُس نے احمقانہ انداز میں پوچھا تھا۔

"یہی بہتر ہوگا... ابھی افزائش کی قوت معطل ہونی شروع ہو جائے گی۔"!

فیاض نے ریسیور کریڈل پر رکھا تھا اور دیوانوں کی طرح کمرے میں چکر لگانے لگا تھا۔ ساتھ ہی کپڑے بھی پہنتا جا رہا تھا۔!

اور بالآخر وہ ہوٹل سے نکل بھاگا۔ رات کے نو بج گئے تھے۔ سردار گڑھ کی سڑکیں سنسان ہونے لگی تھیں... وہ پاگلوں کی طرح دوڑ رہا تھا۔ شاید اپنی پوری زندگی میں اتنا تیز کبھی نہیں دوڑا تھا۔!

حسبِ ہدایت صفدر گرینی کے قریب موجود تھا! عمران کی ٹوسیٹر دیکھ کر اُسکی طرف لپکا۔!

"بیٹھ جاؤ جلدی سے... شاید ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"! عمران نے کہا تھا...

اور پھر صفدر کے بیٹھتے ہی ٹوسیٹر طوفان کی طرح آگے بڑھی تھی۔!

"فلیٹ کے قریب ہی سے تعاقب شروع ہوا ہے۔"!

"تو پھر اب کیا کریں گے۔"!

"فکر نہ کرو۔ پہلے ہی انتظام کر چکا ہوں۔ جہاں تعاقب کرنے والے کو ڈوج دوں گا وہیں دوسری گاڑی مل جائے گی۔"!

"ملتوی ہی کیوں نہ کر دیں فی الحال۔" [illegible]

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ [illegible] منظم لوگ معلوم ہوتے ہیں۔"

"ممکن کیا ہے [illegible]"

"[illegible] داراب ہاؤز میں [illegible] کس طرح داخل ہو گیا تھا۔ [illegible]"

"جناب والا۔ آپ [illegible]"

"کیا [illegible]"

"آپکو اطلاع دیتا [illegible] سمجھ میں نے۔"

"[illegible]"

"وہ دونوں دن بھر باندھ کر کے جاتے [illegible] چھوڑ کر چلے جاتے۔"

"[illegible]"

"[illegible]"

"یار کیوں بور کر رہے ہو۔ ضرورت پڑے تو مزید ایکشنوں میں بھی کیا [illegible]"

"آپ جانیں۔" صفدر بیزاری سے بولا۔

عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ صفدر نے تھوڑی دیر بعد کہا: "ہاں تعاقب ہو رہا ہے سرخ رنگ کی گاڑی ہے۔"

"[illegible]"

"آخر ایسے حالات میں آپ فلیٹ کیطرف جاتے ہی کیوں ہیں۔ سائیکومینشن تک محدود رہیے۔"

"سائیکومینشن تک محدود رہ جانے کے بعد میں یہ معلوم کر سکوں گا کہ وہ لوگ کس وقت کیا کر رہے ہیں۔ فلیٹ کیطرف اسی لیے گیا تھا۔ نہ جاتا تو کیسے معلوم ہوتا کہ وہ لوگ میری راہ میں لگ چکے ہیں۔"

"حالانکہ آپنے بڑی احتیاط برتی تھی۔ بیچاری جولیا کو گھر ہی تک محدود کر دیا ہے۔"

"میں کیا جانوں۔ اُس پر یہ پابندی ایکسٹو نے لگائی ہے۔"

"اس قصے کے سر پیر ہی کا پتا نہیں چل رہا [illegible]"

"اگر تم بھی دماغ بیکار ہو جاؤ تو کیسی رہے [illegible]"

"اپنے اوپر ٹکٹ لگا کر خاصی کمائی کروں گا۔"

"خیال برا نہیں ہے۔ اگر ہم [illegible] آدمی کو کسی طرح ملک سے باہر نکال لے جائیں۔ اور کسی مغربی ملک میں پہنچ کر اس کی نمائش کریں تو راتوں رات ہم [illegible] مشہور ہو جائیں گے۔"

"پھر کیوں خواہ مخواہ وقت ضائع کر رہے ہیں [illegible] ملک سے نکال لے چلیں [illegible]"

"آخر مقصد کیا ہے اسکا۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ دیکھنا پڑے گا۔"

"ایشور سنگھ کا کیا رہا۔"

"میں نے اسے کاسمو نیگ کمپنی کے ایک ذمہ دار آدمی کا تحریری بیان دکھایا تھا اور اُس نے اپنا سر پیٹ لیا تھا۔"

"کیا تھا بیان [illegible]"

"یہی کہ اس نام اور حلیے کا کوئی آدمی کبھی کمپنی کا ملازم نہیں رہا۔"

"[illegible] تفتیش کا آغاز کریں [illegible]"

"آغاز داراب ہاؤز سے ہوگا پہلے سامنے کی بات۔ آخر وہ سردار گڑھ سے یہاں کیوں لایا گیا تھا۔ اور داراب ہاؤز میں اُسکا کیا کام۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔

"خدا کی پناہ۔" عمران تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔ "آخر میرا تعاقب کیوں۔"

"جی میں نہیں سمجھا۔"

"میرا تعاقب کیوں۔ وہ تو صدیقی کے پیچھے تھے۔ اسطرح میں نے دھیان ہی نہیں

دیا تھا۔ کیا وہاں خیام سے کوئی حماقت سرزد ہوئی ہے۔"

"ہاں۔ یہ سوچنے کی بات ہے۔" صفدر سر ہلا کر بولا تھا۔

"خیر! دیکھا جائے گا۔"

عمران نے اپنی ٹو سیٹر ایک بڑی عمارت کے سامنے روکی تھی جس میں کم از کم ساٹھ عدد چھوٹے چھوٹے فلیٹ ضرور رہے ہوں گے۔

"اُترو۔" عمران نے اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔۔۔

تعاقب کرنے والی گاڑی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔

وہ زینے طے کرکے تیسری منزل پر آئے تھے اور عمران نے ایک فلیٹ کا قفل کھولا تھا۔ دونوں اندر داخل ہوئے۔ عمران نے اندھیرے میں سوئچ بورڈ ٹٹول کر روشنی کی تھی۔

"یہ کہاں لے آئے۔" صفدر بولا۔

"وہ اسٹیشن۔ جہاں گاڑی بدلنی ہے! پانچ دس منٹ ستالو! اور یہاں لباس بھی تبدیل کریں گے۔"

"اُف۔ اوہ۔۔۔ آپ نے لباس شب روی کیلئے بھی تو کہا تھا۔۔۔ میں بھول ہی گیا۔" صفدر نے تاسف سے کہا!

"فکر نہ کرو۔ لباس تو بہرحال تبدیل کریں گے! اور اُس گاڑی کے حسبِ حال جس میں اب سفر کریں گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"عمارت کی پُشت پر ہمارے لئے ایک ٹرک موجود ہے۔۔۔ میں ڈرائیور اور تم کلینر۔۔۔ اُس الماری سے اپنے سائز کی پتلون تلاش کرلو۔" عمران نے ایک طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد اُنکا حلیہ ہی بدل کر رہ گیا تھا۔۔۔ میلی میلی پتلونیں پہن رکھی تھیں

اور چہروں کی بناوٹ میں بھی کسی قدر تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ بہرحال اب وہ عمران اور صفدر کی حیثیت سے شناخت نہیں کیے جا سکتے تھے۔

عمارت کے عقبی زینوں سے اُتر کر اُس جگہ پہونچے جہاں ایک ٹرک کھڑا ہوا تھا۔ نہایت آسانی سے نکلے چلے گئے! عمران ٹرک ڈرائیو کر رہا تھا اور صفدر اُسکے برابر میں بیٹھا ہوا تھا۔

"دیکھو اُن بیچاروں کو میری ٹو سیٹر کی نگرانی کب تک کرنی پڑتی ہے۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کیا اُس گاڑی میں کئی آدمی تھے۔"

"تین عدد۔"

"داراب ہاؤز والے بھی کہیں پُوری طرح ہوشیار نہ ہوں۔۔ اور مجھے تو یقین ہے کہ اب آپ وہاں کوئی قابلِ اعتراض چیز سرے سے پائیں گے ہی نہیں۔"

"اس کے باوجود بھی میں اُس عمارت میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ داراب ہاؤز کے قریب جا پہونچے تھے۔ تعاقب کرنے والوں کا دُور دُور تک پتا نہیں تھا۔

داراب ہاؤز کے عقب میں دُور تک کچے مکانوں اور جھونپڑیوں پر مشتمل بستیاں پھیلی ہوئی تھیں!۔۔ عمران نے اُدھر ہی ٹرک روکا۔۔ اور پُر تفکر لہجے میں بولا: "اگر پھنس جاؤ تو مجھے بُرا بھلا مت کہنا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میرا تعاقب کیا جانا اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پُوری طرح ہوشیار ہوگئے ہیں! اور یہ بھی سامنے کی بات ہے کہ دھاری دار آدمی کے سلسلے میں تفتیش کا نقطۂ آغاز داراب ہاؤز ہی ہو سکتا ہے۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"داراب ہاؤز میں قدم رکھا اور دھرے گئے۔"

"آپ کی تو کوئی بات ہی سمجھ میں نہیں آئی۔"!

"سیر تو کرنی ہے والاب ہاؤ ننگی۔"!

"بس اب خاموش رہیے۔۔ جو کہیں گے کروں گا۔"!

"کئی احمقوں میں سے تمہارا انتخاب اسی لئے تو کیا تھا۔"!

وہ اگلی نشستوں سے اُتر کر ٹرک کے پچھلے حصے میں آ بیٹھے تھے۔۔۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے چادریں تانیں گے اور لیٹ کر سو جائیں گے۔"!

"یہ تاروں بھرا آسمان۔۔۔" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کاش! میں مریخ پر جا سکوں۔۔۔" صفدر نے ٹکڑا لگایا۔

"اپنی پسند کی تمہیں وہاں بھی نہیں مل سکے گی۔"!

"میرا خیال ہے کہ مریخ پہ زندگی موجود ہے۔" صفدر نے کہا۔

"درست فرمایا۔" نیچے سے آواز آئی "ٹامی گن کے نشانے پر ہیں آپ دونوں حضرات، اپنے ہاتھ اوپر اُٹھائیے اور چپ چاپ نیچے اتر آئیے۔"!

"کیا ہم مریخ پر پہونچ چکے ہیں۔" عمران نے رازدارانہ انداز میں صفدر سے پوچھا۔

"جی نہیں! یہ آواز زمین سے آئی تھی۔"!

"ٹامی گن کیا ہوتی ہے۔"!

"نیچے اُترو۔" اس بار سخت لہجے میں کہا گیا۔

"اسی لئے کہتا تھا کہ بہت زیادہ قابلیت کی باتیں نہ کیا کرو۔" عمران صفدر کو گھونسہ دکھا کر بولا۔

"تم نیچے اُترتے ہو یا ہم فائرنگ شروع کر دیں۔"!

"ہمارا اپنا ٹرک ہے۔۔ چرا کر نہیں لائے۔" صفدر نے اکڑ کر کہا۔

"کچھ بھی سہی، نیچے اُترو۔" نیچے سے آواز آئی تھی۔ بولنے والا اندھیرے میں کہیں پوشیدہ تھا۔!

عمران نے آواز کی طرف کوئی چیز اُچھالی تھی۔ زوردار دھماکہ ہوا اور اُس نے صفدر سے کہا: "ناک بند کر کے دوسری طرف چھلانگ لگا دو۔"!

پھر دھواں چاروں طرف پھیل گیا تھا، صفدر نے خاصی تیزی دکھائی۔ دونوں ساتھ ہی زمین پر پہونچے تھے اور ایک طرف دوڑنا شروع کر دیا تھا۔!

پھر بستی میں شور ہونے لگا تھا!۔۔۔ دھماکہ کی آواز سے آس پاس کے لوگ سراسیمہ ہو گئے تھے۔۔ یہ دونوں دوڑتے رہے!۔۔ کوئی تعاقب میں نہیں آیا تھا! البتہ سامنے سے کچھ لوگوں کے دوڑنے کی آوازیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔!

"بھاگو۔۔ بم پھٹا ہے۔" عمران نے ہانک لگائی۔

"کہاں۔ کدھر۔۔۔" کئی آوازیں آئیں۔ دوڑتے ہوئے قدم رک گئے تھے۔۔ اور یہ دونوں اُن کے قریب پہونچ گئے تھے۔!

عمران پیچھے کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بولا "اُدھر۔۔۔ ہم نے تو آنچ تک محسوس کی تھی۔"!

اور پھر وہ دونوں اُسی بھیڑ میں مدغم ہو گئے تھے۔!

"اب کھسک چلو۔۔۔" عمران آہستہ سے بولا "دھوئیں کے اثرات اِدھر بھی محسوس ہونے لگے ہیں۔"!

وہ اُس بھیڑ سے نکلے تھے اور ایک طرف چل پڑے تھے۔

"ناممکن ہے۔" عمران بڑبڑایا "پوری طرح جاگ رہے ہیں لوگ۔"!

"بم خطرناک تو نہیں تھا۔"!

"قطعی نہیں، بیہوشی طاری کرنے والے دھوئیں کا چھوٹا سا دستی بم تھا! لیکن بیہوشوں کی تعداد خاصی ہوگی۔"

"بہرحال مہم ناکام رہی۔"!

"جو لوگ بھی ہیں! مجھ سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہیں! خیر چلو اب گدھوں کے کان اُمیٹھیں۔"!

"میں نہیں سمجھا۔"!

"مثل ہے کہ دھوبی سے نہ جیتے تو گدھے کے کان اُمیٹھے۔"!

"اب بھی نہیں سمجھا۔"!

"وہ تینوں جو سنگھارام فلیٹس کے سامنے ہماری واپسی کے منتظر ہوں گے! کم از کم دار اب آورز والوں کو بھی تو معلوم ہو جائے کہ ہم غافل نہیں ہیں۔"!

"اچھا خیال ہے!" صفدر سر ہلا کر بولا! "لیکن ضروری نہیں کہ وہ اب بھی وہیں موجود ہوں۔"!

"ضروری ہے، جب تک میری ٹو سیٹر وہاں موجود رہے گی اپنی جگہ سے ہلیں گے بھی نہیں۔"!

"چلئے دیکھے لیتے ہیں۔"!

"اور ہاں۔۔ آئندہ خلا باز بننے کی کوشش نہ کرنا۔ ٹرک ڈرائیور اور مریخ پر زندگی کے آثار کے امکانات پر گفتگو کرے۔ واہ۔ واہ۔"!

"مجھے کچھ نہ کہیے۔۔ ابتدا آپ نے ہی کی تھی تاروں بھرے آسمان کا ذکر کر کے۔"!

"میاں وہ شاعری تھی تم سائنس پر آ کر بیٹھے۔"!

"اچھا تو پھر کتنی تنخواہ کٹے گی اس بار۔"!

"بے فکر رہو۔ تمہاری قابلیت کی تعریف ایکسٹو سے ہرگز نہ کروں گا۔"!

وہ ایک بس پر سوار ہوئے تھے! اور سنگھارام فلیٹس کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔! کنگسٹن کے چوراہے پر بس سے اتر کر فلیٹس کی طرف پیدل جانا پڑا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے تھے۔!

"آہا۔۔ واہ۔۔ گاڑی موجود ہے۔" صفدر بولا۔

"بس چپ چاپ چلے آؤ۔"!

وہ اس گاڑی کی طرف بڑھنے لگے جو کچھ دیر پہلے ان کا تعاقب کرتی رہی تھی۔ کار کے قریب پہنچ کر عمران اگلی کھڑکی پر جھکا تھا! اور آہستہ سے پوچھا تھا "ماچس ہو گی بابو جی۔"!

"نہیں۔" اندر سے کوئی غرایا تھا لیکن پھر شاید ریوالور کی بدنما نال دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔ پچھلی کھڑکی پر صفدر کا ریوالور اپنی جھلکیاں دکھا رہا تھا۔۔ اس وقت اس گاڑی میں صرف دو ہی آدمی تھے! ایک اگلی سیٹ پر تھا اور دوسرا پچھلی سیٹ پر نیم دراز شاید اونگھ رہا تھا!۔ عمران نے دروازہ کھولا اور اندر بیٹھتے ہوئے ریوالور کی نال اس کی پسلی سے لگا دی۔ پچھلی سیٹ والے کے ساتھ ہی

برتاؤ صفدر نے کیا تھا۔!

"انجن اسٹارٹ کرو! اور جدھر کہوں چلتے رہو۔" عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"لل۔۔ لیکن۔۔ کون ہو تم۔"؟

"دوست تو ہرگز نہیں ہو سکتے!۔۔ چلو۔۔ کرو اسٹارٹ۔"! طوعاً کرہاً اس شخص نے تعمیل کی تھی۔ "جنبش نہ کرنا۔" عقب سے صفدر کی آواز آئی۔!

"تم کیا چاہتے ہو۔" ڈرائیور نے عمران سے پوچھا۔

"فی الحال اتنا ہی کہ جہاں لے جاؤں چپ چاپ چلے چلو۔"!

"مقصد۔"!

"مقصد تو باس بتائے گا! ہم تو حکم کے بندے ہیں۔"!

"کون باس۔"!

"باس صرف باس ہے! ہم اتنا ہی جانتے ہیں۔" عمران بولا!

"تمہیں پچھتانا پڑے گا۔"!

"یہ جملہ فلموں میں بہت مقبول ہے۔"!

"تم ایک سرکاری کام میں مداخلت کر رہے ہو۔"!

"کس سرکار سے تعلق ہے تمہارا۔"!

"چلو۔ پتا چل جائے گا۔"!

"دیکھا جائے گا۔"!

گاڑی پہلے ہی اسٹارٹ ہو کر حرکت میں آ چکی تھی۔ "اب بائیں جانب موڑ لو۔" عمران نے کہا۔

"آخر تم ہو کون۔" پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

"مجھ سے جواب چاہتے ہو۔ یا اگلی سیٹ والے سے؟" صفدر نے پوچھا۔

"ہمارا تعلق سی۔ آئی۔ ڈی سے ہے۔" پچھلی سیٹ سے آواز آئی تھی۔!

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔" عمران غرایا۔

اُس نے رانا پیلس کیطرف ڈرائیور کی رہنمائی کی تھی اور وہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر گاڑی روک لینے کو کہا تھا۔ جیسے ہی انجن بند ہوا تھا۔ ریوالور کی نال اُسکے پہلو سے ہٹکر بائیں کنپٹی پر پڑی تھی اور وہ دوسری طرف کی کھڑکی پر ڈھے گیا تھا۔!

"خبردار۔ خبردار۔۔" پچھلی سیٹ والا ہکلا کر بولا لیکن اُسکی زبان بھی جلد ہی بند ہو گئی تھی۔ صفدر نے ریوالور کا دستہ اُسکی گردن پر رسید کیا تھا! بہرحال وہ دونوں بحالت بیہوشی ہی رانا پیلس میں داخل ہوئے تھے۔ ایک گھنٹے بعد جب اُن کے حواس بحال ہوئے تھے اور اُنہوں نے عمران کو سامنے کھڑا پایا تھا تو بغلیں جھانکنے لگے تھے!۔ "اب کیا خیال ہے دوستو۔" عمران نے بہت نرم لہجے میں سوال کیا۔

"کک۔ کیا مطلب۔" ایک ہکلا کر رہ گیا۔

"میرا تعاقب کیوں ہو رہا تھا۔"!

"ن۔ نہیں تو۔"!

"اگر سی آئی ڈی کے آدمی ہو تو اپنے شناخت نامے پیش کرو۔ تم سے معذرت بھی طلب کروں گا اور خاصے اعزاز و اکرام کے ساتھ تمہاری واپسی بھی ہو جائیگی۔"! وہ کچھ نہ بولے... صفدر عمران کے پیچھے کھڑا تھا عمران نے اُس سے کہا۔ "اگر یہ آدھے منٹ میں شناخت نامے نہ پیش کریں تو تم انہیں شوٹ کر دینا۔"!

صفدر نے ریوالور نکال لیا۔

"ٹھہریے!" دوسرا آدمی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "ہم بلاوجہ مارے جائینگے۔ جبکہ ہمارا قصور اس سے زیادہ نہیں کہ ہماری دوستی افضل سے ہے۔"!

"کون افضل۔"!

"تیسرا آدمی جو ہمارے ساتھ تھا... بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ہم جسکے ساتھ تھے۔"!

"وہ کہاں گیا۔"!

"آپ لوگوں کے پہونچنے سے تھوڑی دیر پہلے کہیں سے کسی کو فون کرنے گیا تھا۔"!

"تو یہ بات غلط تھی کہ تم دونوں سی۔ آئی۔ ڈی سے متعلق ہو۔"!

"جی ہاں۔ ہم سرکاری ملازم ضرور ہیں لیکن سی آئی ڈی سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔" اُس نے کہکر جیب سے

اپنا کارڈ نکالا اور عمران کیطرف بڑھاتا ہوا بولا تھا۔ "ہم دونوں ایک ہی دفتر میں کام کرتے ہیں۔"!

"اور افضل۔"؟

"وہ یہی کہتا ہے کہ وہ سی۔ آئی۔ ڈی کا آدمی ہے۔"!

"شائد تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ افضل ہی نے تمہیں اس کام پر آمادہ کیا تھا۔"!

"جی ہاں۔ بس ہم تفریحاً اُسکے شریک کار بن گئے تھے۔ گاڑی بھی اُسی کی ہے۔"!

"میرے بارے میں اُس نے تمہیں کیا بتایا تھا۔"!

"اُس نے کہا تھا کہ آپ لڑکیوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ آپکے خلاف ثبوت فراہم کرنا اُسکے ذمے ڈالا گیا ہے لہذا اُس نے تہیہ کیا ہے دن رات آپکی نگرانی کرکے یہ کام سرانجام دے گا۔"!

"کب سے اُسے جانتے ہو۔"!

"پچھلے دو تین ماہ سے۔۔۔"!

"میری نگرانی کب سے شروع ہوئی ہے۔"!

"آج ہی سے۔"!

"افضل کہاں رہتا ہے۔"؟

"آپ یقین نہیں کرینگے کہ ہم اُسکی قیام گاہ کا پتا نہیں جانتے۔ ہماری ملاقاتیں تقریباً ہر شام کیفے صبوحی میں ہوتی ہیں۔"!

"تمہیں یقین ہے کہ وہ گاڑی اُسی کی ہے۔"؟

"جی ہاں۔ کیونکہ شروع ہی سے ہم نے گاڑی اُس کے پاس دیکھی ہے۔"!

"تم دونوں کہاں رہتے ہو۔"!

"ایک ہی گھر میں۔۔ دونوں نے ملکر کرائے پر ایک فلیٹ لے رکھا ہے! فیملی نہیں ہے ہمارے پاس۔ یزدانی منزل کا آٹھواں فلیٹ ہے۔"!

"ہم تمہارے بیان کی تصدیق کئے بغیر تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"!

"شوق سے۔" وہ سر ہلا کر بولا "میرا نام صادق ہے جیسا کہ میرے کارڈ پر بھی تحریر ہے۔ اور یہ اکرم۔"

ہمارے دفتر سے بھی تصدیق کر سکیں گے اور یزدانی منزل میں ہمارے قریبی پڑوسیوں سے بھی۔"!

"ٹھیک ہے۔"!

"لیکن ہمیں کب تک یہاں رکنا پڑیگا۔ اگر کل دفتر نہ گئے تو جواب طلب کر لیا جائے گا۔"!

"جو حماقت تم دونوں سے سرزد ہوئی ہے اُسکا تھوڑا بہت بھگتان تو حصے میں آنا ہی چاہیئے۔"!

"سوال یہ ہے۔ کیا افضل نے آپکے بارے میں غلط بتایا تھا۔"؟

"یعنی میں لڑکیوں کا کاروبار کرتا ہوں۔"!

"جی ہاں۔۔۔"؟

"اگر کرتا بھی ہوں تو آپ کون ہوتے ہیں دخل اندازی کرنے والے۔"؟

وہ کچھ نہ بولے۔۔ عمران چند لمحے اُنھیں گھورتے رہنے کے بعد بولا تھا۔ "افضل سی آئی ڈی کا آدمی نہیں ہے بلکہ میرے ایک کاروباری حریف کا آدمی ہے۔ تم میاں لوگ پتا نہیں کیوں اپنی حجامت بنوانے کیلئے ہم بُرے آدمیوں کے بیچ آپڑے ہو۔"!

"واقعی۔"! ایک نے دوسرے کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آخر ہمیں کیا پڑی تھی۔"!

"خیر۔ خیر۔ چھوڑے تو جا نہیں سکتے فی الحال"! عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

ان کا کمرہ مقفل کر کے وہ دوسرے کمرے میں آیا تھا۔ صفدر کو وہیں چھوڑا اور اُس طرف چل پڑا جہاں بلیک زیرو اُس کا منتظر تھا۔

"صبح سے پہلے ناممکن ہے جناب"! اُس نے اطلاع دی۔ "رجسٹریشن آفس ہی سے گاڑی کے مالک کا نام اور پتہ معلوم ہو سکے گا۔"!

"دوسری صورت اور بھی ہے! دو گھنٹے سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ معلوم کرو کہ کسی تھانے میں اُس نمبر کی گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ تو نہیں درج کرائی گئی۔"!

"اوہ۔ شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔"!

"جہاں سے گاڑی غائب ہوئی ہے۔ اُسی علاقے کے تھانے سے ابتدا کرو۔"!

"بہت بہتر جناب۔"!

اور پھر بیس منٹ کے اندر ہی اندر معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کسی افضل خان کی گاڑی ہے جو ماڈل ٹاؤن کے بنگلہ نمبر تین سو گیارہ میں رہتا ہے۔۔ اُسی نے گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔ عمران نے دوسرا میک اپ کیا اور صفدر کیلئے بھی ایسا لباس فراہم کیا جس سے سادہ پولیس والوں کا سا انداز پیدا ہو سکتا! اُس کے بعد اُس نے رانا پیلس کے گیراج سے جیپ نکلوائی تھی۔۔ اور دونوں ماڈل ٹاؤن کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ بنگلہ نمبر تین سو گیارہ میں روشنی نظر آئی۔۔ اِسکا مطلب یہ تھا کہ اُس کے مکین ابھی سوئے نہیں تھے۔!

عمران نے پھاٹک کے قریب گاڑی روکی تھی اور ستونوں پر گھنٹی کا بٹن تلاش کرنے لگا تھا! بالآخر بیلے پھولوں والی بیل کے نیچے پش سوئچ مل ہی گیا تھا۔ اُس نے بٹن پر اُنگلی رکھ کر کئی بار دباو ڈالا تھا! تھوڑی دیر بعد پھاٹک کھلا تھا۔۔ ایک آدمی شب خوابی کے لباس میں سامنے کھڑا نظر آیا۔

"ہم گلگشن کے تھانے سے آئے ہیں۔" عمران نے کہا۔!

"اُوہ۔ کیا گاڑی مل گئی۔"!

"ملی تو ہے۔۔۔ لیکن۔۔۔"!

"لیکن۔ کیا؟" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

"کیا آپ بیٹھنے کو بھی نہ کہیں گے؟" عمران مُسکرا کر بولا۔

"اُوہ۔ معاف کیجیے گا۔ تشریف لائیے۔۔ اندر چلیے۔۔ دراصل اسوقت کوئی ملازم بھی موجود نہیں ہے۔"!

وہ اُنہیں نشست کے کمرے میں لایا تھا۔ دونوں بیٹھ گئے اور وہ کھڑا انہیں ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔!

"آپکا تعلق سی۔ آئی۔ ڈی کے کس سیکشن سے ہے؟" دفعتہً عمران نے سوال کیا۔

"م۔۔ میرا۔" وہ اُچھل پڑا۔ "کسی سے بھی نہیں۔ پتا نہیں آپکے اس سوال کا کیا مطلب ہے۔"!

"اُنھوں نے ہمیں یہی بتایا ہے۔"!

"کن کی بات کر رہے ہیں۔"!

"اکرم اور صادق نے جنکے ساتھ آپ کسی ملازم کی نگرانی کر رہے تھے۔"!

"دیکھیے جناب! میں مذاق کے مُوڈ میں نہیں۔"!

"گاڑی انہی دونوں کے قبضے میں تھی۔ اُنھوں نے بتایا ہے کہ وہ آپکے دوست ہیں اور آپکو علم ہے کہ گاڑی اُنکے پاس ہے۔"!

„پتا نہیں کون جھوٹے ہیں! میں تو جانتا نہیں کسی اکرم یا صادق کو۔"!

„کیا آپ افضل خان نہیں ہیں۔"!

„یقیناً ہوں اور میں نے ہی اپنی گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی تھی۔"!

„تب پھر آپکو ہمارے ساتھ تھانے تک چلنا ہوگا۔ اُن دونوں کو روک لیا گیا ہے۔"!

„وہ جھوٹے ہیں... اُن پر مقدمہ قائم کیجیے۔"!

„میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے ساتھ چل کر اُنھیں دونوں کو جھوٹا ثابت کیجیے! اُنکا یہ دعویٰ باطل ہونا چاہیے کہ وہ آپکے دوست ہیں اور گاڑی آپ سے مستعار لے گئے تھے۔"!

„عدالت میں ثابت ہو جائے گا۔ اسوقت تو مجھے نیند آ رہی ہے۔"!

„نہیں جناب۔ یوں کام نہیں چلے گا! اُنکے شناخت نامے انہیں سرکاری ملازمین ظاہر کرتے ہیں۔ ہمیں باقاعدہ طور پر اُنکے دعوے کی تصدیق کرنی پڑیگی، اُسکے بغیر ہم اُنھیں نہیں روک سکیں گے۔"!

„دیکھیے جناب!" افضل خان ہاتھ اُٹھا کر بولا "مجھے صرف اپنی گاڑی کی بازیابی سے سروکار ہے۔ وہ رُک جاتے ہیں یا نہیں! میں اس چکر میں نہیں پڑوں گا! آپ یوں کیوں نہیں کرتے کہ انہیں جانے دیں اور رپورٹ میں یہ ظاہر کریں کہ گاڑی کہیں کھڑی مل گئی تھی! اسطرح میں عدالت کے چکر کاٹنے سے بھی بچ جاؤں گا۔"!

„ہاں۔ اس طرح بچ تو جائیں گے۔ لیکن ہم ایسا کیوں کرنے لگے۔"!

„ارے سبھی کچھ ہوتا رہتا ہے!" وہ ہنس کر بولا "آخر کتنے میں ہو جائے گا یہ کام۔"!

„اگر آپ اس معاملے کو اس نکتۂ نظر سے دیکھ رہے ہیں تو آپکو جلدی کرنی چاہیے۔ فوراً چل کر اسٹیشن انچارج سے مل لیجیے۔ اس صورت میں آپکو ان دونوں کے سامنے جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑیگی۔ اور یہ بات بھی انچارج صاحب ہی بتا سکیں گے کہ کام کتنے میں ہو جائے گا۔"!

„اچھی بات ہے! میں چل رہا ہوں۔ ایک منٹ میں حاضر ہوا کپڑے پہن کر..."!

وہ اندر چلا گیا تھا۔ اور عمران نے مسکرا کر صفدر کو آنکھ ماری تھی۔ دس منٹ گذر گئے۔ لیکن اُسکی واپسی نہ ہوئی۔ عمران کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرانے لگے تھے۔!

„کیا دوسری طرف سے نکل بھاگا۔" وہ آہستہ سے بولا تھا۔ مزید پانچ منٹ گذر گئے۔ پھر عمران نے اونچی آواز میں کہا تھا "اے صاحب! جلدی کیجیے۔ ہمیں بہت زیادہ فرصت نہیں ہوا کرتی۔"

کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ اُسکے بعد بھی اُس نے دو تین بار آوازیں دی تھیں۔ اور کوئی نتیجہ برآمد نہ ہونے پر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اندر چل کر دیکھنا پڑے گا۔" اُس نے صفدر سے کہا۔ وہ دونوں برابر والے کمرے میں پہونچے تھے۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ اُسکے بعد والا کمرہ خوابگاہ ثابت ہوا۔ اور وہ یہاں موجود تھا۔ لیکن اُسی لباس میں جس میں اُن سے رُخصت ہوا تھا۔ باہر جانے کیلئے لباس تبدیل نہیں کیا تھا۔ اور دوسری خاص بات یہ تھی کہ فرش پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔ اور تیسرا اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ اُسکے نیچے سے خون بہہ بہہ کر قالین کے دھبے کے پھیلاؤ میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔! اُن دونوں کے ریوالور نکل آئے تھے۔ اور وہ پورے بنگلے میں چکر لگاتے پھرے تھے۔ لیکن کسی دوسرے آدمی کا سُراغ نہ مل سکا! بنگلے کے باہر بھی دُور دُور تک دیکھ آئے تھے۔ پھر دوسرے نکتۂ نظر سے پُورے بنگلے کی تلاشی لی تھی۔ لیکن کوئی کام کی چیز ہاتھ نہ لگی! یعنی! اس بنگلے کی حدود سے باہر افضل خان کی شخصیت اندھیرے ہی میں رہی۔!

اُسکے بائیں پہلو میں ٹھیک دل کے مقام پر کسی دھاردار آلے کا زخم تھا۔ اور لاش ٹھنڈی ہو چکی تھی۔ اُنھوں نے وہاں اپنی موجودگی کے ممکنہ نشانات مٹائے تھے اور باہر نکل آئے تھے۔!

جیپ شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔

„پس ثابت ہوا کہ اکرم اور صادق کا بیان درست تھا!" عمران تھوڑی دیر بعد بولا "کیونکہ افضل خان اُنکا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا... شاید اُس نے یہ سمجھ کر گاڑی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرادی تھی کہ وہ دونوں گاڑی سمیت میرے ہاتھ لگے ہیں! اسی لئے اُنکی طرف سے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ بہرحال کسی کو اُسکی یہ بے احتیاطی پسند نہیں آئی اور اُس نے اُسکا خاتمہ کر دیا۔ لیکن وہ کوئی ماہر خنجر انداز تھا۔ افضل خان آواز نکالے بغیر ہی ختم ہو گیا... اور ایسی مہارت میں نے صرف ایک آدمی کے ہاتھوں میں پائی ہے... وہ بائیں ہاتھ سے بھی ایسا ہی بھرپور وار کر سکتا ہے... دل کے ایسے ہی حصے پر کہ شکار دوسری سانس نہ لے سکے۔"!

„کس کی بات کر رہے ہیں۔" صفدر نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

عمران نے اس سوال کا جواب نہیں دیا تھا لیکن صفدر محسوس کر رہا تھا جیسے وہ گہری تشویش میں مبتلا ہو گیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے صفدر سے کہا "صبح ہونے سے پہلے ہی افضل خان کی گاڑی سے چھٹکارا پا لینا چاہیے! میں تمہیں کیپٹن گریفی کے پاس اُتار دوں گا جہاں تم نے اپنی گاڑی چھوڑی تھی۔ وہاں سے سیدھے رانا پیلس جانا اور افضل خان کی گاڑی وہاں سے نکال کر اُسی علاقے کی کسی گلی میں چھوڑ دینا جہاں سے اُسکے غائب ہونے کی رپورٹ درج کرائی گئی تھی لیکن خیال رہے کہ اُس میں کہیں ہماری اُنگلیوں کے نشانات باقی نہ رہنے پائیں۔"

"آپ کہاں جا رہے ہیں۔"

"میری فکر نہ کرو۔ اگر تمہاری ضرورت ہوگی تو مطلع کر دوں گا۔"

"اُن دونوں کا کیا ہوگا۔"

"وہیں بند رہنے دو۔"

"نادانستگی میں آ پھنسے ہیں بیچارے۔"

"کچھ بھی ہو فی الحال اُنکا بند رہنا ہی مناسب ہے! ورنہ افضل خان کی لاش دریافت ہوتے ہی وہ پولیس کو سیدھے میرے فلیٹ لے آئیں گے۔"

"یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ! ورنہ اُنھیں بھی بیہوش کر کے چلتا کرتے ہمارے لئے کارآمد نہیں معلوم ہوتے۔"

عمران نے صفدر کو کیپٹن گریفی کے پاس اُتارا تھا اور جیپ کو آگے بڑھا لے گیا تھا۔

دھاڑی دار آدمی یک بیک خواب سے بیدار ہوا تھا اور کسی شیر کی طرح دھاڑنے لگا تھا! پہلی بار لوگوں نے اُسے خود سے بولتے سُنا تھا لیکن کسی کے بھی پلے نہیں پڑ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ دھاڑیں الفاظ کا گلا گھونٹ دیتی تھیں اور وہ دوسروں تک کوئی معنی نہیں پہنچا سکتے تھے!

"کیا بات ہے! تمہیں کیا تکلیف ہے۔" ڈاکٹر مسلسل پوچھے جا رہا تھا لیکن یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ جواب میں کیا کہہ رہا ہے۔ اس سے پہلے وہ اُسکی باتیں سمجھتا رہا تھا۔ بالکل عام آدمیوں کے سے انداز میں باتوں کا جواب دیتا تھا مگر اس وقت جب سے جاگا تھا اُسکا رویہ یکلخت بدل گیا تھا۔ صحیح الدماغ تو معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ پھر اچانک اُس نے چھلانگ لگائی تھی اور ڈاکٹر کو دبوچ بیٹھا تھا... اُس کی چیخیں سُن کر پہلے ہی کئی لوگ کمرے میں پہونچ گئے تھے۔ ڈاکٹر کو بچانے کیلئے اُس پر ٹوٹ پڑے لیکن ڈاکٹر کو مخلصی نصیب نہ ہو سکی۔ اُس نے ایک ہاتھ سے ڈاکٹر کی گردن دبوچ رکھی تھی اور دوسرے سے مداخلت کرنیوالوں کو روک رہا تھا۔ جس پر بھی ایک ہاتھ پڑ جاتا دوبارہ اُسکے قریب جانے کی ہمت نہ کر سکتا! دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے ڈاکٹر کا خاتمہ کر دیا۔ دوسرے لوگ کمرے سے نکل بھاگے تھے... اور دروازہ بند کر کے باہر سے مقفل کر دیا تھا۔ وہ ڈاکٹر کی لاش کے ساتھ اندر ہی رہ گیا۔ پھر پوری عمارت میں تہلکہ پڑ گیا تھا۔ جنہوں نے اُسے اُس بہیمانہ حالت میں دیکھا تھا بُری طرح کانپ رہے تھے اور ایک آدمی تو صدمے کو سہار نہ سکنے کی بنا پر بیہوش بھی ہو گیا تھا۔ اُنکی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ ایکسٹو کے فون نمبر کا علم صرف جولیا کی ذات تک محدود تھا۔ اور وہ خود اپنے بنگلے تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ چوہان نے جولیا سے فون پر رابطہ قائم کر کے صورت حال سے مطلع کیا تھا اور جولیا دوسری طرف سے بولی تھی "تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ اب وہ اُس نمبر پر نہیں ملتا۔ ڈائیل کرو تو دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی بھی آواز نہیں آتی۔ وہ خود ہی مجھ سے رابطہ قائم کر کے یا تو احکامات دیتا ہے یا جو کچھ معلوم کرنا ہوتا ہے کر لیتا ہے۔ ویسے عمران کہاں ہے؟"

"کچھ پتا نہیں۔ فلیٹ میں تو ہے نہیں، کئی بار ٹرائی کر چکے ہیں۔"

"اب کسی کی ہمت نہیں پڑ رہی کہ دروازہ کھول کر ڈاکٹر کی لاش ہی باہر نکال لے۔ پتا نہیں لاش کا کیا حشر کرے۔"

"آخر اُسے اس طرح رکھا ہی کیوں گیا تھا۔"

"سب کچھ عمران ہی کا کیا دھرا ہے۔"

"آخر وہ ہے کہاں۔۔؟"

"خدا ہی کو علم ہوگا۔"!

ٹھیک اُسی وقت جب چوہان اپنے کمرے میں جولیا سے فون پر گفتگو کر رہا تھا! دھاریدار آدمی کے کمرے کا دروازہ چوکھٹ سمیت نکل کر کمرے کے فرش پر آپڑا تھا... لوگ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے تھے۔ اُس کمرے کا دروازہ بھی بند کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن اُنہیں کامیابی نہ ہو سکی۔!

دھاریدار آدمی اُنھیں دوڑائے پھر رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے گا...

اور پھر ٹھیک اُسی وقت عمران نے سائیکو مینشن میں قدم رکھا تھا! گیراج ہی میں اُسے علم ہو گیا کہ اوپری منزل پر کیا ہو رہا ہے — عمران سوچ میں پڑ گیا۔ خود سے تو وہ بات بھی نہیں کرتا۔ جو کچھ کہا جاتا تھا وہی کرتا تھا۔ پھر یک بیک اس تبدیلی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے! کہیں کسی نے تجربے کے طور پر اُسے تخریب کاری کا ہیجان تو نہیں دے دیا... لیکن پھر اس خیال کی تردید دوسروں کے بیان سے ہو گئی تھی۔ اُنھوں نے بتایا کہ وہ بے خبر سو رہا تھا اچانک دھاڑتا ہوا بیدار ہو گیا۔

عمران اُس وقت اُوپر پہنچا جب ہنگامہ فرو ہو چکا تھا... لوگ دوسری منزل خالی کر گئے تھے! اور اب وہاں دھاریدار آدمی کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ چاہتا تو فرار بھی ہو سکتا تھا۔ لفٹ ہاتھ نہ آتی تو زینے استعمال کرتا لیکن اُس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ لابی میں بیٹھا نظر آیا۔ سر گھٹنوں میں دیے رکھا تھا۔

"سوڈا بائی کارب" عمران نے اُسے آواز دی۔

وہ چونک کر سنبھل بیٹھا تھا۔!

"یہ تم نے کیا کیا۔"!

"جو مجھ سے کہا گیا"! اُس نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"کس نے کہا تھا۔"؟

"مجھے یاد نہیں۔"!

"کیا کہا گیا تھا۔"!

"جو سامنے آئے اُسے مار ڈالو... دیواریں توڑ دو... دروازے اکھاڑ دو۔"!

"تم سو رہے تھے۔"!

"مجھے یاد نہیں..."! اُس نے کہا اور پھر بیٹھے ہی بیٹھے عمران پر چھلانگ لگائی تھی عمران کو اس کا خدشہ نہیں تھا اس لئے ہوشیار بھی نہیں تھا۔ اُس سمیت فرش پر چلا آیا اور پھر اُسے ایسا محسوس ہوا تھا جیسے پہاڑ اوپر آگرا ہو۔ اگر بڑی پھرتی سے اُس کے نیچے سے نکل نہ جاتا تو ہڈیاں چور ہو جاتیں...

اُچھل کر دُور جا کھڑا ہوا۔ اور اُس کے دوسرے حملے کا انتظار کرنے لگا! اُسے مضمحل بیٹھا دیکھ کر پہلے یہی سمجھا تھا کہ جو کیفیت بھی اُس پر طاری رہی تھی شاید اب اپنا اثر کھو چکی ہے! ورنہ وہ اُسے ہوشیار کر کے اپنی طرف ہرگز متوجہ نہ کرتا۔ اسکی بجائے دوسرے طریقوں سے اُس پر قابو پانے کی کوشش کرتا۔ بہرحال اب تو جلد بازی سرزد ہو ہی چکی تھی۔ کسی نہ کسی طرح اُسے دوبارہ قابو میں کرنا تھا۔!

وہ بھی اُٹھ بیٹھا تھا اور کسی لڑاکے مرغ کے سے انداز میں حملے کی گھات کر رہا تھا۔!

اُس نے پھر عمران پر چھلانگ لگائی تھی۔ لیکن اس بار اُس کا سر دیوار سے ٹکرایا تھا جس کی گونج پوری لابی میں چکرائی تھی۔

وہ لڑکھڑایا تھا اور فرش پر گر پڑا تھا سر میں آنے والی چوٹ ایسی ہی شدید تھی کہ پھر نہ اُٹھ سکا۔!

فوری طور پر بیہوش ہو گیا تھا!

عمران اُس کے قریب ہی کھڑا اُسے پُر تشویش نظروں سے دیکھتا رہا... کچھ ہی دیر پہلے اُس درندے نے سائیکو مینشن کے ایک ماہر ڈاکٹر کی جان لے لی تھی۔!

ختم شُد